

**TEXT CUT WITHIN  
THE BOOK ONLY**

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_188942**

UNIVERSAL  
LIBRARY



**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. 9-1

Accession No. 7235

Author P. P. UGALU 6235

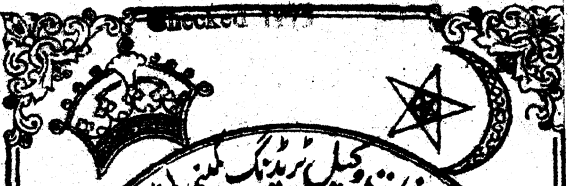
Title -  
UGALU

This book should be returned on or before the date last marked below.

---



Shocked 1979



سلسلہ انبیاء و کھیل سڑیڈنگ کمپنی لیڈر ام تم

نمبر ۶

# مسلمانوں کی تہذیب

از

نواب محمد اسحاق مولوی عسکری علی خاں م. ۵۵

مطبوعہ عذرا نوکشتہ

۱۰۰۰

# وکیل ٹریڈنگ کمپنی کی کوٹھن و جدید کتب

**الاسلام** جب تیار ہو لکھنے پڑھنے پر قادر ہو جائے تو سب سے پہلے جو کتاب اس کو پڑھانی چاہئے وہ الایسلام ہے۔ یہ اسلام کے عقائد ضروریہ میں ایک نہایت ضروری اور بہترین کتاب ہے ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے مذہب کے عقائد سے واقف ہونا اور ان کو خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق درست رکھنا چاہئے۔ اگر عقائد درست نہیں تو اعمال برباد ہیں۔ یہ کتاب حاصل اسی غرض سے تالیف ہوئی ہے اور علماء کرام نے اس کو بہت پسند فرمایا ہے بچوں کی سمجھ کے مطابق جیسا عمدہ بیان اس کتاب میں ہے یقیناً کسی کتاب میں نہیں لیکن اسلامی ریاستوں اور انجمنوں میں اس کی خوبیوں نے اس کو داخل نصاب میں بھی کر دیا ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو صحیح الاعتقاد مسلمان بنانا چاہتے ہیں تو یہ کتاب ان کو ضرور پڑھانیں۔ قیمت ۸۔۔۔۔

نواب اعظم یار جنگ مولوی چرغ علی صاحب  
برجوم کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ جو اس وقت

## اس کی دنیوی برکتیں

اس کتاب پر لکھے جاتے ہیں ان کا واقعات اور کیلئے استدلال سے مولوی چرغ علی دل و دماغ کے لحاظ سے ان شخصوں کو جو اسلوب بیان اس رسالہ میں اختیار کیا گیا  
کتاب ہے۔ قیمت ۸۔۔۔۔

حاضر کی کتاب ہے جسکی تدوین کا فخر  
و مالک ہے۔ اکثر ناواقف کما کرتے ہیں  
اس کے لئے نہیں کیا۔ آثار خیر میں مستند

۶۵۳۵

۹۰۱

۳۰۲

Printed 1978

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مسلمانوں کی تہذیب

میرا یہ مضمون مسلمانوں کی تہذیب پر ہے کہ وہ پہلے کیسی تھی اور اب کیسی ہے اور آئندہ کیسی ہوگی۔ تہذیب کا لفظ میں نے انگریزی لفظ سولیزیشن کے استعمال کیا ہے۔ سولیزیشن ایک انگریزی لفظ ہے جو کہ قدیم رومی زبان کے لفظ سے جس کے معنی شہری اور جماعت کے ہیں نکلا ہے اور اس کی نسبت اس وقت کے مسلمانوں میں لوگوں کی آزادی اور حقوق کی حفاظت کی زندگی بسر کرنے کے طریقے۔

میں استعمال نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جس ملاوٹ یا انگریزی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔  
 تمدن کے لفظ سے وہ مراد پائی نہیں جاتی۔ تمدن کا لفظ آس میں ملکہ بستی پر دلالت  
 کرتا ہے۔ اور سویلیریشن کا لفظ تمدن کی ترقی یافتہ حالت کو بتاتا ہے نہ صرف تمدن کو  
 بہت سے ملک اور بہت سی قومیں اب موجود ہیں جن میں تمدن ہے۔ پرسویلیریشن  
 نہیں۔ ہم ہندوستانی بھی اپنی بدعتی سے سویلیریشن کے درجہ کو نہیں پہنچے گو کہ مدت  
 سے تمدن کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اس لئے میں نے تہذیب کا لفظ اختیار کیا ہے۔  
 جس کے معنی چھانٹنے اور اصلاح کرنے اور درست کرنے اور خاص کرنے اور پاکیزہ  
 کرنے کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں۔ "تھذبه ای اصلحہ" اصطلاح میں بھی تہذیب  
 کا لفظ ہر چیز کی درستی پر بولا جاتا ہے۔ عاوت کی درستی۔ رسم و علاج کی درستی۔  
 مذاق کی درستی۔ علم و سہنہ کی درستی۔ معاملات کی درستی۔ زبان کی درستی۔ نظام  
 یہی ٹھیک مراد ہے۔ جذبات نفسانی کی درستی۔ سب پر تہذیب کا اطلاق ہوتا ہے اور  
 جن اصطلاحی معنوں میں لفظ تہذیب یا لفظ سو لادینہ ...  
 میں اس پر بہت سا مباحثہ ہو سکتا ہے۔

ہے۔ اور تمکین و وقار اور قدر منزلت حاصل کی جاتی ہے اور وحیانی پن اور انسانیت میں تمیز نظر آتی ہے۔

مبارک ہو اس شخص کو جس نے ان مختصر لفظوں میں ایسے مطالب بیان کر دیئے جس سے ہمارے خیالات کو نہایت وسعت ہوتی ہے۔ اور وہ بیان ہی خود بخود ہمارے دل کو سویلیریشن کی ترقی کے لئے براہِ گنجتہ کرتا ہے۔

جو مراد کہ میں نے لفظ تہذیب یا سویلیریشن کی بیان کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تہذیب مذہب اور علم و ہنر - اخلاق و معاشرت - تمدن و تجارت - زراعت و سیاست سب سے متعلق ہے اور جبکہ یہ سب چیزیں اپنے درجہ کمال پر نہوں پوری پوری تہذیب کا وجود نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں میں یہ سب چیزیں نہایت خراب حالت میں ہیں وہ وحشی کہلاتے ہیں اور جنہیں کچھ کچھ درست ہو گئی ہیں وہ نصف وحشی پکارے جاتے ہیں۔ اور جنہیں زمانہ کی ترقی کے موافق یہ سب چیزیں ترقی پا گئی ہیں وہ مذہب یا سویلرڈ کہلاتے ہیں۔ زمانہ کی ترقی کے موافق کی قید میں اسلئے لگائی کہ کچھ عجیب نہیں کہ آئندہ زمانہ میں انسان کو زمانہ موجودہ سے بھی ایسی زیادہ ترقی ہو کہ حال کی مذہب تو میں اس زمانہ کے لوگوں کے سامنے وحشی یا نصف وحشی تصور ہونے لگیں۔

مذہب کو قوموں کی تہذیب پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کے مذہبی اصول تہذیب کے برخلاف ہوں تو ممکن نہیں ہے کہ وہ قوم اعلیٰ درجہ کی تہذیب میں پہنچے۔ جس قدر اصول مذہبی تہذیب کے برخلاف ہوتے ہیں۔ کے موافق تہذیب میں بھی نقصان رہتا ہے اور یہ بات نہایت اُسامی مذاہب کے اصول اور اسکے پیروؤں کی حالت دیکھنے سے ثابت ہو جاتی۔

مسلمانوں نے مذہبِ اسلام کی پہلی صدیوں میں اپنی تہذیب کو اعلیٰ درجہ پر پہنچایا تھا اُس ریگستان کے ناخدا نے لات و منات و عزرائیل کی پرستش کو چھوڑ دیا۔ اور ایک نہایت قوی ہستی مطلق کی پرستش کا بیج ہر ایک کے دل میں بویا ہم کو ایک ایسی ہستی کا خیال دلایا جو ہمارے ادراک اور فوائے عقلی سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور اسی پر یقین کو نجات کا مدار ٹھہرا یعنی جو تمام مذہبی تہذیب کی اصل اصول ہے +

تمام روحانی تہذیب کو ان چند لفظوں میں کہ بقدر ا فلاح من ذکلتھا وقد خاب من دساھا، پورا کر دینے اپنے دل کو بڑے خیالوں اور بڑے خیالوں سے پاک کرنا مراد کو پہنچانا ہے اور سبیدی میں لکھتا ہے کہ گڑبہا ہی کے گڑھے میں گزنا ہے +

مذہبی تعلیم کو نہایت تہذیب کے اصول پر یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ ”فذلکراہتھا انت من ذکرت“ یعنی لوگوں کو نصیحت کر کہ تو بجز نصیحت کرینو ایسے اور کچھ نہیں ہے تمام مذہبوں کی بنیاد اسی ان لفظوں سے مشاوی کہ لکھ دین تکھ ولی دین“ یعنی تمہارا دین ہمارے لئے ہے اور ہمارا دین ہمارے لئے ہے۔ جہاد کا سبب مذہبی ناگواری نہیں ہے جیسا کہ اکثر لوگوں نے غلطی سے خیال کیا ہے۔ بلکہ اگر جہاد کا سبب مذہبی ناگواری ہوتی تو صلح یا فتح یا اطاعت قبول کرنے کے لئے جہاد سے باز رہتے اور ہر شخص کو کیوں احکام مذہبی ادا کرتے رہتے۔ عرب کے ہادی بلاشبہ خدا سے واحد کے نام کی منادی اور جہاد ہے۔ پس جو لوگ اُس منادی کی مزاحمت کریں اور منادی کرنے

والوں کو اُنکے ماتھے سے امن نہ ہو۔ امنیں سے لڑنا صرف امن قائم رکھنے کو فرض قرار دیا گیا ہے زغیر مذہب کی ناگواری کے سبب۔ اور یہ وہ اصول ہے جس پر آج کل کی تمام نیشیں یہاں تک کہ وہ نیشن بھی جس کا مذہبی یہ حکم ہے کہ اگر ایک کال پر تیرے طمانچہ مارے تو تو اُس کے سامنے دوسرا گال بھی کرفے۔  
چلتی ہیں †

امامت کو یعنی کسی ایک کا کسی گروہ کے لئے پیشوا ہونا اور اُس گروہ کا اسی کی رائے پر چلنا۔ اُس زمانہ کے تمام مذہبوں میں رائج تھا یہ کہہ کر بالکل نیست و نابود کر دیا کہ ”ولا تبتغوا من دونہ اولیاء“ یعنی خدا کے کلام کے سوا کسی دوسرے کو اپنا پیشوا مت بناؤ †

اجتہاد کو یعنی دین کی باتوں کے سمجھنے کو جیسا کہ سب اعلیٰ قومیوں میں خاص خاص لوگوں سے مخصوص تھا ان مختصر لفظوں سے عام کر دیا کہ استفت قبلک، یعنی ہر شخص کا دل اس کا مجتہد ہے †

جوگی پنے اور تجرو کو جس کا رواج روٹے زمین کی ساری قوموں میں تھا بالکل معدوم کر دیا تھا یہ فرما کر لا دھبانیۃ فی الاسلام، تبرکاً اور سوم تیوہاروں کو جس سے لوگوں کے دلی خیالات بُت پرستوں کے سے ہو جاتے ہیں ”ولا تجعلوا قلبی عیداً“ فرما کر بالکل ممنوع ٹھیرا دیا †

یہ وہ اصول ہیں جو مذہبی تہذیب میں اس سے اعلیٰ نہیں ہو سکتے †  
علوم کو اگلے مسلمانوں نے ایک اعلیٰ درجہ کی تہذیب پر پہنچایا تھا۔ ادب و انشاء میں عرب قدیم سے نامور ہیں۔ شاعری بھی اُن کی مشہور ہے۔ کیٹیٹ لونیٹا

اور پرودینس اور اٹلی کے شاعروں نے انہیں کی روش پر شعر کہنا اختیار کیا۔ اور یورپ کی نظم میں بحر و وزن وغیرہ عرب ہی سے لیا گیا۔ فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ درجہ پر ترقی کرنے کے ثبوت میں حریری اور مینی اور مینی کی کتابیں اب تک دنیا میں موجود ہیں۔ ساتویں صدی کی عورتوں کا کلام اب تک ہمارے پاس ہے جس کے ایک ایک فقرہ پر ہزاروں ڈر شاہوار کی لاکھوں لڑکیاں نثار ہوتی ہیں ❖

عرب کے شاعر قدرتی کیفیتوں کے بیان کرنے کی طرف بھی مائل ہیں۔ مگر شکسپیر سا قدرتی جذبوں کا بتانے والا کوئی نہیں ہوا۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاعری کی قسموں میں رزمیہ اور عشقیہ تو ترقی پر تھیں مگر جوصل جان شاعری کی ہے اور جس میں فطرتی جذبات اور قدرتی حالات کے بیان سے انسان کے دل پر اثر ڈالنا جانا ہے اُس میں بڑی ترقی نہیں ہوئی ❖

ناول یعنی قصہ کے پسرایہ میں علمی یا اخلاقی باتوں کے بیان کرنے سے بھی مسلمانوں نے چشم پوشی نہیں کی۔ بیع ہمدانی اور ابوالنعمان حریری کے مقامات اسی جن میں ہیں۔ الف لیلا اس فن کی ایک عمدہ کتاب ہے جس کا مسلسل بیان کسی جگہ سے نہیں ٹوٹتا اور جس سے اُس زمانہ کے مسلمانوں کے مختلف خیالات کا پورا پورا عکس سننے والے کے دل پر پڑتا ہے ❖

ڈراما میں بعض کتابیں تالیف تو ہوئیں مگر عملی رواج مسلمانوں میں نہیں ہوا۔ فارسی زبان کو بھی جو دنیا کی سب زبانوں میں شیرین سمجھی جاتی ہے مسلمانوں نے بہت رونق دی۔ فردوسی رزمیہ نظم میں خسرو قدرتی کیفیات کے ظہار میں

سعدی اخلاق و تمدن کے ادا کرنے میں فارس اور ہندوستان میں ایسے ہی ہوئے ہیں  
جیسے کہ پورٹوگال میں یا شکسپیر فرنگستان میں +

ہمارے مذہب کے بانی نے تحصیل علم کی طرف متعدد طرح سے لوگوں کو  
رغبت دلائی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی دوسری صدی میں مسلمانوں نے  
علوم کی طرف توجہ کی اور جہاں سے ان کو ملا انہوں نے علوم کو اخذ کیا۔  
غیر قوموں اور غیر مذہب والوں کی کتابوں کو نہایت عزیز رکھا اور چند روز  
میں اور قوموں کے لئے استاد ہونے کی عزت حاصل کی +

اسکندریہ کے کتب خانہ کے جلائے کا الزام جو بعض نادانوں یا مقصوب  
مورخوں نے مسلمانوں کو دیا ہے وہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے  
کہ ٹولبر کے کتب خانہ کی چار لاکھ یا سات لاکھ کتابیں جو لیس سیزہ کی لڑائی  
میں جل گئیں تھیں اور سینٹ کرائی نے جس نے اسکندریہ کی کتب خانہ کی  
تحقیق میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اس روایت کو جھوٹا ٹھہرایا ہے۔ جن  
دو مؤرخوں نے یہ کہانی لکھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کا  
کتب خانہ جلا دیا جو چھ مہینے تک جلا گیا۔ محض غلط ہے۔ خود وہ دونوں مؤرخ  
۵۸۰ برس بعد اس واقعہ کے پیدا ہوئے تھے اور کوئی پہلی سند ان کے پاس نہ تھی +  
فلسفہ کی بنیاد منصور خلیفہ نے ڈالی مگر اماموں رشید اسکے پوتے نے انکی  
مکمل کی۔ یہ خلیفہ بڑا مریٹی علم کا تھا۔ اہل شام اور نستورین فرقے کے عیسائی  
ترجمہ میں فلسفہ کے اسکے حامی اور معاون تھے۔ اسکے زمانہ میں بوسید اہل فارس  
اور اسپین اور علمائے یہود کے فلسفہ کو بے انتہار رونق ہوئی۔ اسکے گماشتہ

بلادِ ازمین اور شام اور مصر میں یونانی کتابوں کو ڈھونڈنے کے لئے مقرر تھے۔ اور ہزار ہا اونٹ قلمی کتابوں کے بھرے ہوئے اُسکے دربار میں آیا کرتے تھے۔ کتبِ فلسفہ کے ترجمہ کا ایک جدا کارخانہ اُس نے مقرر کیا تھا۔ اور بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نیشاپور میں بڑے بڑے درس اور کتب خانہ قائم کئے تھے۔ یہ خلیفہ بے نقصبی میں مشہور تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک عیسائی عالم کو دمشق کے کالج کا پرنسپل یعنی مدرس لعلے مقرر کیا تھا۔

جس طرح خلفائے عباسیہ کی بدولت بغداد کی سلطنت میں فلسفہ نے ترقی پائی اس سے زیادہ اسپین میں خلفائے بنی امیہ کے سبب سے روشنی فلسفہ کی پھیلی۔ اس ملک میں بڑا حامی علم اور حکمت کا خلیفہ عبدالرحمن ابن حکم تھا۔ جس نے ہجرت کی تیسری صدی میں وفات پائی۔ اس ملک میں علم کی اس قدر ترقی ہوئی کہ ایک کتب خانہ میں چھ لاکھ کتابیں تھیں اور پُرانی کتابوں کے نقل کرنے کے لئے تین سو کا تہ مقرر تھے۔

اسپین اور اطالی میں صدیوں سے ایسے جاری تھے جن میں صدیوں عیسائی طلبہ اگر فلسفہ اور حکمت پڑھتے اور پھر اپنے یہاں اُسے جاری کرتے اُس وقت کے مسلمانوں اور فرنگستان کے عیسائیوں کے خیالات کا فرق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جربرٹ نامی ایک فرانسیسی عالم جب مسلمانوں کے مدرس میں فلسفہ اور حکمت سیکھ کر اپنے ملک کو گیا تو لوگوں نے اُسے کافر ٹھہرایا اور جب مر گیا تو یہ کہا کہ شیطان نے علم کا پھل کھلا کر اُسے مار ڈالا۔

خلفائے عبیدین نے بھی جن کو یورپ کے مورخ خلفائے فاطمہ لکھتے ہیں مصر

میں کچھ کم ترقی نہیں کی۔ اُنکے شاہی کتب خانہ میں بھی ایک لاکھ قلمی کتابیں موجود تھیں جو سنہری جلدوں سے آراستہ اور نہایت خوبصورتی سے رکھی ہوئی تھیں۔ ہندوستان کے فتح کرنے والے بادشاہوں نے بھی اس طرف سے غفلت نہیں کی۔ محمود غزنوی نے جبکہ بعض تربیت یافتہ نامور مشہور ہندوؤں نے اپنی تحریروں میں وحشی اور قزاق لکھا ہے باوجودیکہ وہ لڑائیوں میں مصروف رہا ایک بڑے مدرسے کی بنیاد غزنی میں ڈالی اور مختلف زبانوں کی عجیب عجیب کتابیں جمع کیں اور قدرتی عجائبات کا ایک عجائب خانہ بنایا اور اس مدرسے کے قیام کے لئے بہت سارے پیسے مقرر کیا۔ سلاطین غوریہ اور تیموریہ نے بھی منطق اور ریاضی اور طبیعیات اور ادب کے روفی دینے میں بڑی کوشش کی۔ اکیڑہ کا زمانہ علم کی ترقی کے حق میں مشہور ہے۔

اُس زمانہ سے جو کہ یونان کی تاریخ کا چوتھا زمانہ سمجھا جاتا ہے فلسفہ کے چھ مختلف طبقے تھے مگر مسلمانوں نے ان میں سے عموماً ارسطو کی حکمت کو اختیار کیا کیونکہ اُسکے فلسفہ کو سبب کوشش علمائے اسکندریہ کے ہزار برس سے علیہ تھا اور اُس کا رواج بھی بہت ہو گیا تھا اور یہی سبب ہوا کہ اُس کی حکمت کی کتابوں کا زیادہ ترجمہ ہوا۔ مگر وہ افلاطون کی تصنیفات سے بھی محروم نہیں رہے بلکہ اُس کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں ہوا۔ چنانچہ مسلمانوں میں ابوالفراء فارابی اور بوعلی سینا حکمت مشائی میں ویسے ہی ہوئے ہیں جیسے کہ یونانیوں میں ارسطو اور حکمت اشراق میں شیخ شہاب الدین مقتول ویسا ہی نامور ہوا ہے جیسا کہ افلاطون یونانیوں میں۔ مگر اور طبقہ کی حکمت کا زیادہ تر رواج مسلمانوں میں نہیں ہوا۔

گو کہ وہ اور حکما کے اصول سے بے خبر نہیں رہے :-

مسلمانوں نے ارسطو کی منطق کو زیادہ پسند کیا اور اُسی کا ترجمہ بھی اُسکے وقت میں بہت ہوا۔ اول ترجمہ ارسطو کے قیاسات کا جنین بن اسحاق کے ذریعہ سے مسلمانوں میں پھیلا۔ پھر بولشرنے چند کتابوں کا سریانی سے ترجمہ کیا اور یحییٰ ابن عدی اور کندی نے اُسے مرتب کیا اور آخر کو فارابی اور ابو علی سینا نے اُس کی تکمیل کی۔ مسلمان عالموں نے جس خوبی سے یونانی اور سریانی اصطلاحات کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا اس پر وہ بڑی تعریف کے مستحق ہیں۔ جاب ہنری ٹویں صاحب بھی اپنی تاریخ فلسفہ میں اُس ترجمہ کی تعریف کرتے ہیں :-

مسلمانوں نے اس علم میں ترجمہ اور تقلید ہی پر قناعت نہیں کی بلکہ اس میں بہت کچھ ترقی کی۔ چنانچہ تصور و تصدیق کے مباحث اور جزئیات و کلیات کے اصول اور استخراج نتائج کے ضابطے اور صغریٰ و کبریٰ کے ترتیب اور واسطہ کا بیان اور قیاسات کی تعین جس خوبی سے انہوں نے کی ہیں اُس سے اُنکے دماغ کی قوت ظاہر ہے :-

مسلمانوں نے ارسطو اور فلاطوں کی الہیات سے بھی واقفیت حاصل کی اور واجب الوجود اور عقل عشرہ اور روح اور تناسخ اور دیگر مسائل کی بخوبی تحقیق کی اور اُن مسائل کو اپنے مذہبی مسائل سے تطبیق یا تردید کرنے سے اپنی طبیعت کی چالاکیاں اچھی طرح دکھائیں اور اُس کے واسطے انہوں نے ایک خاص علم اپنے مذہبی علوم میں داخل کیا جس کا نام علم کلام ہے :-

طبیعات میں مسلمانوں نے پوری تقلید یونانیوں کی کی مگر چونکہ انہوں

نے تجربہ اور مشاہدے اور آلات کے ذریعہ سے کسی چیز کی ثبوت کرنے کی بجائے باریک اور دقیق منطقی استدلال سے کام لیا۔ اس لئے وہ اُسکی غلطیوں کو درست نہ کر سکے اسواسطے ہیونے اور جزو لایتنجزے اور صورت نوعیہ و جسمیہ اور تیز طبعی اور خلاء کی نازک بحثوں کو اور بھی دقیق کر دیا۔ اور کائنات الجوا اور اجرام فلکی اور عناصر اربعہ کی ماہیت کی تحقیق کرنے سے قاصر رہے۔ باہینمہ انہوں نے اس علم میں بعض نہایت بکار آمد چیزوں کی تحقیق کی ہے۔ جیسا کہ محمد بن ذکریانے اسباب قوت جا ذیہ متفناطیبسی پر نہایت عمدہ رسالہ لکھا ہے :

علم ہیئت میں مسلمانوں نے بڑی ناموری پائی اور بہت زمانہ تک وہ اُسکی تحقیقات پر متوجہ رہے۔ بطیموس کی عمدہ مشہور کتاب محبطلی کا پورا ترجمہ جو حنین ابن اسحاق نے کیا تھا اور جس کی ابن یوسف اور ابن قرہ نے تصحیح اور حکیم نصیر الدین طوسی نے تہذیب و تکمیل کی۔ مسلمانوں کی ترقی علم پر شاہد ہے۔ وہ اس علم کے ایسے قدردان تھے کہ خالص بطیموس کا بنایا ہوا قرہ قابہ کے کتب خانہ میں ۳۳۴ ہجری تک موجود تھا :

اس علم میں مسلمانوں نے تقلید ہی نہیں کی بلکہ اُسکو تحقیق بھی کیا اور اُسے کام میں بھی لائے۔ خلیفہ ناموں رشید کے زمانہ میں اچھے اچھے آلات ایجاد ہوئے :

سنجراور کوفہ کے میدانوں میں زمین کے دائرہ عظیمہ کی پیمائش ہوئی جس سے اُس کا وہ صحیح دو جواب تک مانا جاتا ہے ثابت ہوا :

پھر انہوں نے رصد خانے بھی کثرت سے بنوائے اور زیج کو اکب بھی تیار  
کئے جس کا نشان ساسیہ بغداد و دمشق۔ اُنڈلس ہمر قند کے ٹوٹے کھنڈروں  
سے اب بھی ظاہر ہے۔

مسلمانوں نے بطلمیسی نظام کی غلطی کا کوپرنیکس سے پہلے خیال کر لیا تھا  
چنانچہ محمد بن عبد الملک طغیل جس کو انگریزی میں ابویاسر کہتے ہیں اور جو بارہویں  
صدی میں اُنڈلس میں پیدا ہوا اُس نے اس نظام سے انکار کیا جبکہ تصدیق  
السطریحیس اپنے رسالہ علم ہئیت کے دیباچہ میں کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ کہ  
نامی گرامی ابویاسر نے کہا ہے کہ نظام شمسی اور حرکات اجرام فلکی میری تحقیقات  
میں اور ہی طرح پر ہیں جو نظام قدیمہ یونانیہ کے خلاف ہیں۔

علم نوازا و مناظر میں بھی مسلمانوں نے بڑی ترقی کی چنانچہ ابوعلی الحسن جو  
گیارہویں صدی میں ہوا اُس کا رسالہ علم مرایا و مناظر کا یورپ کی مشہور  
کتابوں میں سے ہے جن کو وزبر نے ترجمہ کیا اور جو ۱۷۵۷ء میں بمقام بیبل  
چھاپا گیا۔ اس محقق نے یونانیوں کی یہ غلطی ثابت کی کہ شعاع نظر آنکھ سے نکل کر  
کسی چیز پر نہیں پڑتی ہے بلکہ اُس نے تشریح اور علم مثلث کی دلیلوں سے  
ثابت کیا ہے کہ تمام چیزوں کی شبیہ آنکھ میں آکر بنتی ہے جس کی تحقیقات کا نتیجہ  
وہ ہے جو کج فوٹو گراف کی تصویروں سے دکھائی دیتا ہے سہبت اللہ بن  
حنین بغدادی نے جو کہ مترشد بادلہ خلیفہ عباسی کے زمانہ میں تھا نور کی  
رہنما کا اندازہ نکالا اور اُس کو دلائل ہنر سیہ سے ثابت کیا۔

علم نوازا میں ابوعلی الحسن ہی اس مسئلہ کا موجد ہے کہ جس قدر جو زمین کے

طبع سے اونچی ہوتی ہے اسی قدر وہ سبک اور ہلکی ہوتی ہے ۔  
 علم ہندسہ اور حساب میں مسلمانوں نے بہت توجہ کی اقلیدرس کے مقالوں  
 کا ترجمہ یونانی اور سریانی اور رومی زبان سے مختلف عالموں نے کیا جن میں  
 سے حجاج اور حنین اور ثابت اور ابو عثمان کے ترجمے مشہور ہیں پھر اُس کی  
 اصلاح و تہذیب صدعا عالموں نے کی۔ اُس پر سیکڑوں شرحیں لکھیں۔ آخر  
 علامہ نصیر الدین طوسی نے اس کی تکمیل کی اور اُسکے بعد بھی بہت سے عالم  
 ترتیب و تہذیب اور شرح پر متوجہ رہے ۔

مسلمانوں نے ایشیادس حکیم کی کتاب اصول ہندسہ کا بھی ترجمہ کیا اور اُسکی  
 شرحیں لکھیں۔ چنانچہ ابو الحسن علی ابن احمد اور نصیر الدین طوسی اور ابو سہل قشجی  
 کی شرحیں اب تک مشہور ہیں۔ ایلینوس کی کتاب جو مخروطی شکلوں اور خطوط منحنی  
 کے بیان میں ہے اُسکے سات مقالے ترجمے کئے گئے ہیں جس میں سے چار  
 مقالوں کا ترجمہ احمد بن موسیٰ حمصی نے اور باقی کا ثابت ابن قرو نے کیا اور  
 اُنکے سوا اور بھی چند نامی حکماءے یونان کی کتابیں اس فن کی عربی میں ترجمہ ہوئیں  
 حساب میں بھی مسلمانوں نے کم توجہ نہیں کی۔ انہوں نے ہندؤں سے  
 مراتب اعداد کا رکھنا سیکھا اور اسی لئے اُس کا نام انہوں نے اعداد ہندیہ  
 رکھا۔ فن جبر و مقابلہ کی نسبت اختلاف ہے۔ بعض مسلمانوں کو اس کا موجد  
 بیان کرتے ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں نے یہ علم ہندوستان کے پندتوں  
 اور یونان کے عالموں سے اخذ کیا تھا مگر پھر اُسیں بہت سی ترقی کی ۔  
 علم طب میں بھی مسلمانوں نے بہت ترقی کی تھی۔ انہوں نے ہندوستان

میں سفر کیا۔ زبان سنسکرت کو سیکھا اور نہایت مشہور دو کتابیں سنسکرت زبان کی جن کا نام چرک اور ششرت تھا عربی زبان میں ترجمہ کیں۔ سب سے پہلے ۱۷۵۸ء ہجری میں موسیٰ بن موسیٰ الفزاری نے سنسکرت کا ترجمہ شروع کیا۔ پھر محمد بن سلیمان خود ہندوستان میں آیا اور اسکے بعد دس عالم ہندوستان میں آئے اور ہندوؤں کے علوم کی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کیا۔ بقراط اور جالینوس کی عمدہ کتابوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ بوعلی سینا کا قانون صد برس تک یورپ کے مدرسوں میں پڑھایا جاتا تھا۔

اس نامی حکیم کی نسبت جابح ہنری لوئیس صاحب لکھتے ہیں کہ "وہ صرف مترجم اور شارح ارسطو کی حکمت کا نہ تھا بلکہ اُس نے بوجہ اپنے علم کمال کے اپنی رائے کو بھی بہت کچھ دخل دیا اور مروجوں کو چیر کر علم تشریح انسان کی غلطیاں درست کیں"۔

جو اس خمسہ ظاہری و باطنی کی تقسیم اسی کی تحقیق ہے جسکی پیروی اب تک سب کرتے ہیں۔ ہیمبرٹ کاٹس میں لکھا ہے کہ دو اسازی کا علم عرب نے پیدا کیا تھا۔ چند دو اؤں کے مرتب کرنے اور نسخہ لکھنے کا طریقہ انہیں کا ایجاد ہے اور پھر وہ انہیں اور ملکوں میں پھیلا۔

علم لیبیا یعنی حل و عقد کی ترقی کی نسبت قول ابن صاحب کا کافی ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ اس کی ایجاد عرب ہی سے ہے۔

علم نباتات و معدنیات میں ابو عثمان اور عبدالرحمن سرونی اور عباس ابن بطارک کی کتابیں ان کی توجہ پر گواہی دیتی ہیں۔ طاہر بن محمد یوسف غزنوی

نے دس جلدیں اس علم میں لکھی ہیں +  
 علم حیوانات میں ان کو زیادہ ترقی نہیں ہوئی۔ انہوں نے ہر تارسطو  
 اور گیلین کی کتابوں کے ترجمہ پر اکتفا کیا +  
 علم جغرافیہ میں بھی انہوں نے بسبب اپنے دریائی سفروں اور خشکی کی  
 سیاحت اور کثرت تجارت کے اولاً خز کو بسبب اپنے فتوحات کے بہت  
 عمدہ تہذیب حاصل کی۔ ادریسی اور ابو الفدا اس فن میں مشہور ہیں +  
 علم موسیقی میں فارابی نے وہ کمال حاصل کیا تھا جس کی اہل یورپ  
 بھی تصدیق کرتے ہیں۔ جابح ہنری لوئیس صاحب نے لکھا ہے کہ علم  
 موسیقی میں اسکی تصنیف بہت کمال ہے اور اس نے اگلے مصنفین کی غلطیاں  
 کو بہت اچھی طرح درست کیا ہے +  
 عرض کندہ مسلمانوں کے تہذیب علوم میں نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی تھی۔  
 مسطراوٹ جرمن کے مؤرخ نے نہایت انصاف سے یہ بات لکھی ہے۔ کہ  
 مسلمانوں نے اور قوموں سے کتنا ہی کچھ کیوں نہ سیکھا مگر انہوں نے اپنی  
 قابلیت و لیاقت سے اسکو بہت کچھ ترقی دی +  
 جابح ہنری لوئیس صاحب اپنی ہسٹری آف فلاسفی میں لکھتے ہیں کہ وہ  
 بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ عرب ہی نے تمام کتابوں اور تحریروں کو فلسفہ یونان کی  
 تباہی سے محفوظ رکھا اور انہیں کی وجہ سے یورپ میں علم اور فلاسفہ پہنچا۔  
 اس امر خاص میں یورپ ان کا ممنون احسان ہے اور اس سے بڑا احسان عرب  
 کا یورپ پر یہ ہے کہ ان لوگوں نے علم ہندسہ اور ہیئت اور طب اور کیمیا میں

بڑی کوشش کی اور انہیں کی بدولت اسپین سے فرانس ہو کر فرنگستان میں

علم پھیلا

ڈاکٹر دراپر صاحب لکھتے ہیں کہ ”علم کے سیکھنے میں اہل فرنگ ابو علی بن

اور ابو موسیٰ اور ابو الوفا اور اور علمائے عرب کے زیادہ تر احسانند ہیں۔“

ابو الوالد جسے انگریز ”اوورورس“ کہتے ہیں وہ شخص تھا کہ جس کی تصنیفات کی

چار سو برس تک عیسائی۔ یہود تعظیم و تکریم کرتے رہے اور بہت سی کتابیں

اُس کی جن کا نام ہی اب مسلمان نہیں جانتے زبان عربی اور لیٹن میں موجود

میں چنانچہ جرمن میں پچاس سے زیادہ اُس کی تصنیفات طبع ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر پہلی صاحب بھی اپنی تاریخ اسپین میں اُس کی تصدیق کرتے ہیں۔

اس نامی ڈاکٹر نے جو مقابلہ اُس زمانہ کے مسلمانوں کی حکمت اور فلسفہ کا یورپ

سے کیا ہے اُسکے دیکھنے سے اندازہ اُس ترقی کا ہو سکتا ہے جو مسلمانوں نے

علوم میں کی تھی۔ سڈلیو نامی فرانسیسی مدرس علوم تاریخ کا اپنی تاریخ میں لکھتا

ہے کہ ”جب علم طب اور طبیعیات اور کیمیا اور فلاحت عرب کے ہاتھ آیا تو انہوں

نے اُس میں بہت کچھ ترقی کی یہاں تک کہ ان علوم میں اُن کی فضیلت حد سے

زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اور جہاں تک ہم کو معلوم ہے گویا وہ ایک شہ ہے اُس اصلی

فضیلت کا جو آج تک ہم کو معلوم ہی نہیں ہوئی۔ بہر کیف عرب کی قوم ہمارے جلد

فضل و کمال کا اب بھی سرچشمہ ہے اور جن کمالات کو ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ اور قوم

کا ایجاد ہو گا وہ اب ہم کو اُن کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اُنکے

اصل موجد عرب ہی ہیں۔ ایک دوسرا فرانسیسی عالم لکھتا ہے کہ عرب کی قوموں

کو خدا نے دنیا میں اس لئے پیدا کیا تھا کہ وہ علوم و فنون اور اسباب تمدن کو ان مختلف قوموں تک پہنچا دیں جو فزات کے کنارے سے لیکر سپانیہ کی وادی کبیر تک پھیل رہی ہیں چنانچہ ان تمام قوموں نے جملہ کمالات اسی قوم عرب سے حاصل کئے تھے۔ ❖

فنون و دستکاری کو اہل عرب نے رومیوں کے بڑے بڑے شہروں میں جا کر بخوبی حاصل کیا تھا اور پھر خود اسکو ترقی دی تھی۔ باروں رشید خلیفہ عباسی نے جو ایک گھڑی بطور تحفہ کے شامیوں بادشاہ فرنگستان کو جو اسکا بڑا دوست تھا بھیجی تھی اور جس کا ذکر ابن ہارڈ صاحب نے کیا ہے مسلمانوں کے فنون دستکاری میں ترقی کرنے کا بڑا ثبوت ہے۔ ❖

عرب و سپین کے ہتھیار و غرناطہ یعنی کرسٹل کا کارہر نہایت مشہور تھا۔ فن عمارت میں بھی انہوں نے بہت ترقی کی تھی وہ حوض و فوارہ نہایت خوبی سے بناتے تھے۔ اور مختلف قسم کے پتھروں کے گلے بوٹے تراش کر مکانات کی عمارت کو آراستہ کرتے تھے۔ گنبد بنانے کی ترکیب انہوں نے یونانیوں سے اخذ کی مگر پھر اس کو نہایت ہی خوبصورت کر دیا۔ قریطہ یعنی کارڈوا کی جامع مسجد اور اسپین کی وادی کبیر میں عبدالرحمن ثالث کا قصر عالی اور کارڈوا کا محل۔ اور ہندوستان میں قطب کا مینار اور تاج کار و ضہ اور علی مردان کی نہر بھی صناعت کے شاہد ہیں۔ ❖

تصویر بنانے میں مسلمانوں نے کچھ ترقی نہیں کی۔ کیونکہ بت پرستی کی بڑھٹانے کی غرض سے وہ ممنوع کی گئی تھی مگر مکانات کی آراستگی کے لئے انہوں نے ایک

قسم کے نقوش ماہدیرہ ایجاد کئے تھے۔ پہلے تو وہ کچھ نقش وغیرہ تھے۔ پھر وہ ایسے خطوط  
رہ گئے جن کا آپس میں تقاطع ہوتا تھا اور وہ خطوط حروف عربی کے مشابہ تھے کہ جن سے  
طرح طرح کی ظرافت آمیز عمدہ خوش وضع شکلیں پیدا ہو جاتی تھیں۔

جہاز بنانے میں بھی انہوں نے ترقی کی تھی۔ چنانچہ ۱۳۷۶ء میں عبدالرحمن  
خلیفہ اسپین نے ایک ایسا بڑا جہاز بنایا کہ اب تک ان ملکوں میں کسی نے نہ دیکھا تھا  
اور اسپین کے مسلمانوں کے جہاز بہت بڑے بڑے ہوتے تھے۔ غالباً اسپین والے  
جو بڑے بڑے جہازوں کا استعمال کرتے ہیں۔ انکے جہاز اہل اسلام کے جہازوں  
کی نقل ہیں۔ ہندوستان میں بھی محمود بادشاہ گجرات نے ایسا ایک بیڑا جنگی جہازوں  
کا طیار کیا تھا جس سے بڑھ کر ہندوستان میں کبھی نہیں ہوا۔ ضلع کبیر جا پر اس بادشاہ  
کے بہت سے جنگی جہاز جن پر توپیں چڑھی رہتی تھیں تیار رہتے۔

اخلاق کو بھی مسلمانوں کے بانی مذہب نے نہایت عمدہ اصول پر قائم کیا۔  
سچائی اور وفاداری اخلاص اور نیکی۔ ہمدردی و محبت و دشمنوں کو معافی اور برائی کا بدلہ  
صلائی اعلیٰ اصول نجات کے ہیں۔

غیر مذہب والوں کے ساتھ جو اخلاقی خود بانٹے اسلام نے برتے وہ اس مثال سے  
ظاہر ہو سکتے ہیں کہ عیسائی ایلچی جب مدینہ میں آئے تو خود اپنی ذات سے انکی مہمانداری  
کی اور باوجودیکہ رومن کیتھولک تھے اور ٹیلیٹ کے قابل۔ مگر انکو اجازت دی کہ اپنی  
سازاؤسی مسجد میں پڑھیں جو ایک خدا سے واحد ذوالجلال کا نام پکارنے کو کچی مٹی اور کھجور  
کے درختوں کی ٹکڑی سے بنائی گئی تھی۔ اگرچہ بعد کو اس نہایت قابل تعظیم اخلاق  
کی بروی کم ہوئی۔ مگر کچھ نہ کچھ اس کا اثر ہر ایک زمانہ میں پایا جاتا تھا۔

فتح ہو گیا تو وہاں کے عیسائیوں نے اُن اصحاب رسول کی دعوت کی جو کہ یہاں پہنچنے کی فتح کے لئے گئے تھے۔ چنانچہ اُن سب نے قبول کی اور گرجے میں اُن کو کھانا کھلایا گیا وہ سب کھانا کھاتے اور گرجے کی تصویروں کو تعجب سے دیکھتے جاتے تھے۔

سلطان صلاح الدین بھی عیسائی بادشاہوں سے باوجود یکہ ہمیشہ اُن کا مقابلہ کرتا رہا نہایت حُسن اخلاق سے پیش آتا اور اُن کی تعظیم کرتا تھا۔ امیر صبا جو عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ جب صلاح الدین کے پاس آیا تو اُس نے نہایت تعظیم اور تکریم کی اور اُسے اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اور شفیق کا امیر جو کہ فرنگیوں کے نامی امیروں میں سے تھا اور سلطان کے خیمے پر آیا تو اُس نے بڑی عزت کی اور اُسکے ساتھ کھانا کھلایا۔ اسپن کے حاکموں اور امیروں نے جیسا برتاؤ غیر مذہب والوں سے کیا تھا۔ اُس کی نسبت اجابج ہنری لوشیں صاحبِ یوں لکھتے ہیں کہ (دو اسپن میں علم اور حکمت کے کمال نے تعصب کو ایسا مٹا دیا تھا کہ زمانہ حال کے لوگ سکر تعجب کرینگے کہ یہودی اور عیسائی اور مسلمان ایک ہی زبان بولتے اور ایک ہی قوم کے گیت یا شعر پڑھ کر خوش ہوتے تھے۔ ایک ہی طرح کا خیال رکھتے تھے۔ عرب۔ یہود۔ نصاریٰ کو اپنے فریضہ نذہبی اور رسمیات کے ادا کرنے سے مطلقاً باج و مانع نہ تھے بلکہ اُن کی دوستی و محبت و ربط و ضبط یہاں تک بڑھا کہ مسلمان اور عیسائی اور یہود میں شادی بیاہ ہونے لگے۔)

باباپ کے ادب کی نہایت تاکید کی گئی۔ جن لوگوں نے کسی نہایت متعصب مسلمان ترک کو اپنی بوزی عیسائی ماں کو اتوار کے دن اپنی پیچھے پر سوار کر کے گرجا نماز پڑھانے کو لیجاتے دیکھا سو گا وہ نہایت تعجب کرتے ہوئے کہ مسلمانوں کے مذہب کے بانی نے ماں باپ کی کس قدر تعظیم و ادب کی تعلیم کی ہے۔

• عرب کے پھیرنے عورتوں کو روحانی زندگی میں بالکل مردوں کے برابر کر دیا۔  
 ایتنا فرق بھی اُن میں نہیں رکھا جیسا کہ دائیں اور بائیں ہاتھ یا سولائے و روپیہ میں ہے  
 وہ اسی طرح نیکی کر سکتی ہیں جس طرح کہ مرد۔ وہ اسی طرح روحانی ترقی پا سکتی ہیں جس طرح  
 کہ مرد۔ کوئی مذہبی نیکی ایسی نہیں ہے جو مرد پاسکتا ہو یا کر سکتا ہو اور وہ نیکی عورت  
 کے لئے نہ ہو۔ انکے دنیاوی حقوق سے بھی غفلت نہیں کی۔ وہ اسی طرح اپنے مال  
 کی مالک ہیں جیسا کہ مرد۔ وہ سب قسم کے معاہدہ کی مجاز ہیں۔ اپنی جائیداد کی خواہ وہ  
 منقولہ ہو یا غیر منقولہ وہ خود آپ مالک ہیں۔ ہر بہہ کر سکتی ہیں۔ بیع کر سکتی ہیں۔ تمام تصرفات  
 جو مرد کر سکتا ہے وہ بھی کر سکتی ہیں۔ ❖

پالیگی یعنی تعدد ازواج میں بائیسے مذہب کا یہ قول ہے کہ ایک دو تین چار تک  
 عورتیں نکاح میں لا سکتے ہو۔ لیکن اگر انڈیشہ ماہم عدل نہ کر سکے گا تو پھر صرف ایک ہی  
 چاہیے۔ پس اگر اس کے حکم منفی کا خیال ہو۔ تو پھر ایک کے سوا جائز نہیں رہتی۔ پس  
 اجازت اور نسیح کو ایسی عمدگی سے ایک ساتھ بیان کیا ہے کہ بجز حالت خاص کے  
 جس کا جائز رکھنا بلاشبہ عقل کے موافق ہے تعدد کو محدود کر دیا ہے۔ ❖

اس سے بھی زیادہ عمرگی سے طلاق کے مسئلہ کو بتایا ہے۔ طلاق کی اجازت  
 دی۔ جس کی اجازت دینا بلاشبہ نہایت ضروری تھی مگر اسکو مباح فعل بتایا جس سے  
 بے انتہا نارہمی خدائے اور رسول کی پائی جاتی ہے یہاں تک کہ بعض صحابہؓ نے خیال کیا کہ  
 طلاق دینے والا قتل ہو نیکی لایق اور اس عمدہ فصاحت سے طلاق نہایت محتدل طور  
 پر برتی جانے لگی۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ایک بات جو اپنی اخیر عمر میں بانی ہمام  
 نے فرمائی اور جو سب سے مقدم تہذیب انسانی کا مسئلہ تھا اور جس کو اس وقت تک کسی

نہ کھاتا اس پر اسوجہ سے کہ رطوبت عام کے بالکل برخلاف تھا کسی کا خیال نہیں گیا  
 اگر بانی اسلام چن روز اور دنیا میں رہتے تو وہ شلہ بھی مثل اور مسائل کے عام ہو جاتا  
 اور وہ مسئلہ غلامی کو بالکل معدوم کر دیتے کا تھا۔ پائے اسلام نے ان چند نفلوں  
 سے کہ ”فاما منابعد واما فداء“ یعنی لڑائی کے قیدی سب چھوڑ دینے  
 جاویں خواہ کچھ لیکر خواہ احسان رکھ کر۔ غلامی کو بالکل معدوم کر دیا ہے اور کچھ شلہ  
 نہیں کہ اس نص صریح سے مسلمانوں کے ذمہ میں غلامی بالکل ممنوع ہے گو کہ کسی کو  
 اس کا خیال نہ آیا ہو۔

دختر کشی کی رسم جس پر عرب کو اس ناک کے ہندوں سے بھی زیادہ فخر تھا  
 کیسی کچھ مسلمانوں میں سے مت گئی جس کا نام وانشان بھی پایا جاتا ہے  
 مسلمانوں کی معاشرت کے طریقے۔ سٹنے چٹنے کے قاعدے بھی نہایت عمدہ  
 تھے۔ بزرگوں کا ادب۔ بڑے بوڑھوں کی تعظیم۔ بات چیت میں نرمی و اعتدال  
 کسی کی طرف جھوٹ و عیب کی نسبت کرنے کا خیال۔ وطن و وطن کا لحاظ۔ محبت اور  
 اخلاق و جیسا کے خلاف باتوں سے نفرت۔ بے پوجھے کسی بات میں دخل نہ دینا۔  
 سرگوشی نہ کرنا۔ جاہلوں نادانوں سے نہ جھگڑنا۔ مذہبی گفتگو بے ضرورت نہ کرنا یہود  
 ہنسی اور جمل سے نفرت۔ وہ آداب مجلس تھے کہ جبکہ لحاظ نہ رکھنے سے انسان  
 بدتمیز اور سوسائٹی سے خارج کرنے کے لائق سمجھا جاتا ہے۔

شادی بیاہ کے دستور بھی تہذیب سے خالی نہ تھے۔ قبل نکاح کے مرد و عورت  
 کا ایک دوسرے کو دیکھ کر پسند کر لینا بیخوف اور بلا لحاظ کسی جاہلانہ خیال کے اور زن و  
 شوہر کا اپنی رضامندی ظاہر کرنا ایک عام دستور تھا۔ نکاح کے وقت ایک مختصر مجلس

عزیزوں اور خاص دوستوں کی مرتب ہوتی۔ اور ایک مختصر حسب حیثیت سامان  
 ماں باپ کی طرف سے لڑکی کو دیا جاتا۔ اور بعد نکاح کے ایک مختصر سی دعوت  
 دوست آشناؤں کی کی جاتی۔ عورتیں بالکل اپنے گھر کی مالک اور منتظم بھی جاتیں  
 اور سب گھر کا کام کاج اُنکے تعلق ہوتا۔ نوکر چاکر بھی اُن کے تابع رہتے۔  
 یہاں تک کہ مرد بھی بے رضامندی اُن کے کوئی کام نہ کرتا۔ اگرچہ عورتوں کو باہر  
 نکلنے کی عام اجازت نہ تھی مگر مسجدوں میں نماز کے لئے آنے اور بعض صورت باہر  
 نکلنے یا اپنے خاوند اور خاص عزیزوں کے ساتھ سفر کرنے سے منع نہ تھیں اور منہ  
 اور ہاتھ کو تو شیعہ شیعہ ستر میں داخل نہیں کیا۔ اولاد کی تعلیم اور تربیت پہلے تو  
 استادوں اور تالیق کے ذریعہ سے خاص خاص طور پر دی جاتی۔ مگر تیسری صدی  
 سے عام مدرسوں میں تعلیم دینے۔ اور دور دراز شہروں میں لڑکوں کو بھیج دینے کا عام  
 رواج ہو گیا۔ فارس اور ولیم کے سلاطین و امراء کا تو یہ عام طریقہ تھا کہ اولاد کو باہر  
 ہی بھیج کر تعلیم و تربیت دلاتے۔ اسی سبب سے اُس زمانہ کے اکثر شہزادے اور  
 امیرزادے عالم اور ادیب اور منشی ہوتے۔ جس کی تصدیق رچرڈ سن صاحب  
 نے کی ہے۔ ابوالفضل جبرائیل نامی بادشاہ تھا ایسا متوجہ و جغرافیہ دان اور صنعت  
 ہوا ہے کہ اُس کی نظیر دوسری قوم میں کم ملے گی۔ کنج کا مدرسہ جسے وزیر ابونصر نے  
 بنایا اور ناصر یہ کالج جسے منصور باللقد نے دجاہ کے کنارے پر تعمیر کیا اور جس کے  
 متعلق شفا خانہ اور حمام اور رہنے کے مکانات بھی تھے اور جس کے لئے لاکھوں  
 روپیہ کا سرمایہ وقف تھا۔ اور نظامیہ مدرسہ بغداد کا عام تعلیم و تربیت کے لئے  
 عمدہ مدرسے تھے۔

، لڑکیوں کی بھی تعلیم گھر پر بذریعہ پڑھی لکھی عورتوں کے یا بیٹھے نیک چلن  
 اُستادوں کے ایسی عمدہ ہوتی کہ صدیاً مسلمان عورتیں ایسی گزری ہیں کہ اُن کا  
 کلام اُن کی کتابیں اسوقت ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اُس عمدہ تعلیم و تربیت  
 کے سبب سے خیالات اُنکے ایسے روشن ہو جاتے تھے کہ ہمدردی اور قومی مطالبائی  
 کے جوش میں اپنا سارا سرمایہ خرچ کر دیتیں۔ ناصر الدین بادشاہِ حصص کی بی بی زہرا  
 نام نے جو ساتویں صدی میں ہوئی ہے اپنا کل مال و متاع ایک بڑے کالج دمشق  
 کے بنانے اور اُسکے آئندہ اخراجات میں صرف کر دیا۔

لباس و پوشاک کا حال یہ ہے کہ عرب کا پہلی گزرتہ اور تہذیب اور ایک خاص  
 قسم کا عامہ یا گول ٹوپی اور موزہ یا جوتہ کو بھی وہ ایک ضروری جزو لباس کا جانتے  
 تھے جسکو شائع نے بھی زینت نماز فرمایا ہے۔ مگر پھر مسلمانوں نے کیا نہیں اور عربوں  
 کا لباس زیادہ پسند کیا اور تھوڑی سی تبدیلی سے اُسے اپنے یہاں رواج دیا۔  
 بعض بادشاہوں نے خود بھی لباس میں کچھ ایجاد کی جیسا کہ ۱۵۲۰ء ہجری میں منصور  
 خلیفہ نے ایک لمبی گول ٹوپی جو ککڑی کی تیلیوں سے بنائی جاتی جس پر سیاہ  
 رنگ یا کالا کپڑا منڈھا جاتا اور غالباً وہی ٹوپی ہے جسے اب انگریز استعمال  
 کرتے ہیں۔ پھر تاتار کے مسلمانوں نے وہ سرخ ٹوپی ایجاد کی جسے اب ترک پہنتے  
 ہیں۔ اور ہندوستان کے بھی بعض ٹھیکٹ مسلمانوں کے مبارک سروں پر کپائی  
 دیتی ہے۔ شاہِ اہلیل صفوی نے ایک خاص قسم کی لال ٹوپی ایجاد کی۔ جس کے  
 سبب سے ایرانی اپنے آپ کو قزلباش یعنی لال سروں والا کہتے ہیں ہندوستان  
 میں بھی ایک خاص قسم کا درباری لباس تجزیر کیا گیا۔ یعنی سفید لیل کا جامہ جسے

آیا کی گون کہنا چاہیے اور کمزور اور پگڑھی جس کی بڑی زینت بازو بند اور  
مالا سے بھی جاتی تھی۔ یہ لباس شاید مصریوں کا تھا اس لئے اس کا نقشہ شہر پیس  
کے قبرستان میں بعض بادشاہوں کی تصویروں میں پایا گیا ہے ۔

عورتوں کا لباس گو نسبت ایک چادر اور تہ بند کے بہت درست کیا گیا  
مگر وہ حقیقت اس میں کوئی عمدہ ترقی نہیں ہوئی۔ کھانے پینے میں کیا نیوں اور  
بجیوں کی طرح دسترخوان کی رونق اور آراستگی حضرت معاویہ امیر شام کی وقت  
سے شروع ہوئی۔ پھر عباسیوں کے زمانہ میں چھوٹی مینر پر کھانا رکھ کر کھانے کا  
رواج ہوا جسے بعض نادان مولویوں نے بدعت بتایا۔ اوجھڑیوں صدی تک  
اس کا جھگڑا رہا جس کی نسبت امام غزالی نے یہ تصفیہ کیا کہ نہ گناہ ہے نہ  
بدعت ہے بلکہ اس میں صرف تعظیم کھانے کی ہے۔ غرض آٹھویں صدی سے لے کر  
تیرھویں صدی تک مسلمانوں کی طرز معاشرت کو ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ  
یورپ نے مسلمانوں ہی کی معاشرت و تمدن دیکھ کر اس میں ترقی کی۔ گیا دھویں  
صدی کے آخر سے تیرھویں صدی تک جو صلح لڑائیاں مسلمانوں اور عیسائیوں  
میں بیت المقدس میں ہوئیں اس کی نسبت یورپ کے مورخوں کا قول ہے کہ  
ہنگوان لڑائیوں سے بی شمار آدمی ضائع ہوئے اور بہت سا نفیس مال بغیر کسی  
فائدہ کے ضائع ہوا۔ لیکن انجام کار اس سے فائدہ بھی بہت کچھ ہوئے ہیں  
سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اسی زمانہ سے اہل یورپ نے فوج کی ترتیب و اصلاح  
شروع کی اور تجارت اور زراعت کے طریقے ان مشرقی قوموں سے سیکھے۔  
اور شہریوں کی سہی عادیات اختیار کیں اور دنیا کے حالات کی تحقیق کے واسطے

سفر کی عادت ڈالی۔ خلاصہ یہ ہے کہ یورپ کی قوموں کو تمدن کے طریقے اسی وقت سے معلوم ہوئے جب سے وہ مسلمانوں کی ان قوموں سے ملے جو تمدن اور حسن معاشرت اور علوم و فنون اور ہنر و کمالات میں اُننے فائق تھیں۔ تجارت اور زراعت میں بھی مسلمانوں نے بہت ترقی کی تھی انکو ہمیشہ سفر کی طرف رغبت رہی ہے جب ان کی سلطنت فرانس اور اسپین کے پہاڑوں کے بچ سے گذر کر ہمالیہ تک پہنچی تو اُس وقت وہ دنیا کے بڑے نامی تاجروں میں ہو گئے اور فن زراعت میں تو مثل اُنکے کوئی نہ تھا اس واسطے کہ جس قدر پانی کے خزانے بنائے اور اُسکو اپنی کھیتی کی کیا ربوں میں برابر پہنچانے میں یہ لوگ مضبوط تھے۔ دوسرا نہیں ہوا اہل عرب پہلے سے تجارت میں نامور ہیں۔ چنانچہ وہ جزیرہ بحر احمر کا جس کو جزیرہ اسکاتزہ کہتے ہیں اور لنگا کا مغربی کنارہ اور طیبہ عربوں کی بستی سے مشہور تھے اور جب مشہور جہازران واسکو ڈیگاما صاحب ہند چڑھیں حدی کے آخ میں طیبہ کے کنارہ پہنچے تو انہوں نے تمام تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں پائی۔ چنانچہ اب تک ان کی نسل باقی ہے جو مولہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور باوجودیکہ اب وہ بالکل وحشی ہو رہے ہیں مگر قسم کی تجارت کرتے ہیں۔

مسلمانوں نے جب ایران کو فتح کیا اُس وقت دجلہ اور فرات کے موانہ پر انہوں نے بصرہ شہر کو اس ارادے سے بسایا کہ گجرات اور سندھ بھی جو دریائے سندھ کے پورب واقع ہے تجارت کر سکیں۔ انہوں نے دریائے فرات کے کناروں سے بحر ظلمات کے ساحل تک اپنی تجارت پھیلائی اور کارسیکا اور سنارڈینا اور جنوبی اٹلی میں بہت سے شہر آباد کئے۔ ایک عرصہ دراز تک یہ مہدی بن

میں ان کے تجارتی جہاز اپنے بادبانوں سے سمندر کی لہروں کو رونق دیتے رہتے ہیں۔  
 سیاست بدن کا طریقہ جو اب امریکہ میں جاری ہے وہ مدت ہوئی کہ مسلمانوں نے  
 قائم کیا تھا مغز و مٹار لوگوں کی رائے سمجھو کہ رائے دینے کی لیاقت رکھتے تھے اور چنگو  
 اہل حل و عقد کہتے ہیں۔ ایک شخص کا بطور پریسیڈنٹ کے ہونا قرار پایا تھا۔ وہ پریسیڈنٹ  
 جب تک کہ اپنے عہدے کا کام انصاف سے کرے اپنے عہدہ پر بحال رہنے کے  
 لائق تھا۔ بیت المال میں سے انکو مثل ایک عام مسلمان کے اور کچھ زیادہ حق نہ تھا۔  
 اس پریسیڈنٹ کو جسے ہم خلیفہ کہتے ہیں تمام امور میں معتبر لوگوں سے مشورہ  
 کر کے کام کرنا واجب تھا۔ غلطی سے روکنے کا ہر ایک مسلمان کا حق تھا۔ اور قصور  
 کی حالت میں موقوف ہو سکتا تھا۔ پہلے خلیفہ نے لوگوں سے کہا کہ اچھی باتوں  
 میں میٹھی مدد کرو اور بُری باتوں میں روکنے کا تم کو حق ہے۔ دوسرے خلیفہ  
 نے رعایا کے دنوں کے امتحان لینے کے لئے ایک روز خطبہ میں پوچھا کہ اگر میں ناجائز  
 حکم دوں تو تم لوگ کیا کرو۔ ایک عام جوان آدمی تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور کہا  
 کہ فوراً خلافت کی گدی سے تم کو اتار دوں اور دوسرے کو خلیفہ بنا دوں۔  
 چوتھے خلیفہ کو ایک یہودی کے مقابلہ میں زرہ کے دعوے میں ایک عام  
 مسلمان کی طرح حج کے حکم میں حاضر ہونا پڑا اور حج نے اُس سے نیک عادل  
 خلیفہ کے برخلاف حکم دیا اس وجہ سے کہ قانون کے موافق ثبوت نہ تھا۔  
 پانچویں خلیفہ برحق حسن ابن علی کے عہد میں بھی اصول سیاست اسی طرح قائم  
 رہے مگر افسوس ہے کہ بہت سببوں اور بے انتہا خوریزیوں کے بچانے کی  
 غرض سے اس خلیفہ برحق نے اپنا عہدہ چھوڑ دیا اور سلطنت شخصیہ قائم ہو گئی۔

جسکو ہمارے سپینر نے ملگا عضو ضاً کہا تھا اور جس کو یونانی ٹیرنٹ یعنی ظالم کہا کرتے تھے۔ اُس دن سے ہول سیاست جو مسلمانوں کے بانی نے قیام کئے تھے خود مختاری کے ہانوں کے تلے روندے گئے ۛ

شخصیہ سلطنت جاری ہونے کے ہی سلطنت موروثی اور فاندانی ہو گئی اور ولیعہدی اور جانشینی کی خراب رسم جاری ہوئی چنانچہ اکثر ظالم اور بے رحم سلطنت کے مالک ہو گئے جنہوں نے ظلم و ستم سے دنیا کو تاریک کر دیا بہت سے لوگ ان واقعات میں مارے گئے اور اکثر اچھے نیک پاک لوگ جلا وطن ہو گئے مدتوں تک کشت و خون جاری رہا۔ رعایا کا مال اُن بی رحم بادشاہوں کا ترکہ اور لوگوں کی جانیں اُن کی قربانی اور فدیہ ٹھیر گئیں ۛ

جب شخصیہ سلطنت کے جاری ہونے سے حکومت کسی قانون عقلی اور نقلی کے تابع نہ رہی بلکہ سلطنت ایک شخص کی خواہشوں اور اُسکے غیظ و غضب کے تابع ہو گئی تب اُس زمانہ کے دانایک آدمیوں نے اُس خود مختاری کے روکنے میں بڑی سعی کی۔ اُن کے لئے ایک مجموعہ قانون کا بنایا جو قرآن و حدیث کے صاف و صحیح حکموں یا اُسکے اشاروں کنایوں اور اگلے پانچ وقتوں میں جو واقعات پیش آئے تھے اُن کی نظیروں سے مرکب تھا۔ اور اب جو ہماری فقہ کی کتابوں میں مدون ہے اور جسے قانون شریعت یا محمدن لاکتے ہیں۔ مگر چونکہ اُس پر عمل کرنا ہمیشہ خود مختار بادشاہوں کے اختیار میں تھا۔ اور کوئی ایسی جماعت یا ایسی کونسل جو بادشاہ کو اُس کی تعمیل پر مجبور کر سے موجود نہ تھی۔ اسلئے اُس پر بہت کم عمل کیا گیا۔ اور خود مختاری کے روکنے میں قانون کامیاب نہوا

جیسا کہ سلطنت، شخصیہ کا عام قاعدہ ہے ویسا ہی مسلمانوں کی سلطنت  
 شخصیہ میں بھی ہوا۔ کبھی تخت پر ایسا ظالم قابض ہوا جس نے دنیا کو جوہر ظلم سے  
 بھر دیا اور کبھی ایسا نیک اور عادل جانشین ہوا جس نے نہایت عدل اور  
 انصاف سے حکومت کی۔ اس وقت مجھ کو نہایت زیبا ہے کہ میں اُس بڑے عادل  
 خلیفہ عبدالعزیز کے نام کو یاد کروں جس نے اپنی حکومت میں نہایت عدل برتنا  
 اُسکے عہد کے ایک صوبہ دار اسامہ نے عیسائی رعایا پر کچھ زیادتی کی تھی۔  
 خلیفہ نے پانچ بیخیز اسکو طلب کیا۔ اور دوسرا حاکم اُس کی جگہ بھیجا جسکو ان احکام کی  
 تعمیل کا حکم دیا تھا کہ تمام عہد و پیمان جو خراج گزاروں سے کئے گئے ہیں وہ باعتیاد  
 قائم رکھے جاویں اور وہ لوگ اپنے عبادت خانوں اور گرجاؤں پر قابض ہیں  
 کوئی مسلمان ان سے پر خاش نہ کرے نہ اُن پر جھوٹی تہمت لگانے پاوے۔  
 انصاف کے وقت مسلمان اور غیر مسلمان برابر سمجھا جاوے۔ سلطان صلاح الدین  
 بھی انہیں نیک اور عادل بادشاہوں میں ہوا ہے جس نے کہ مسلمان اور غیر  
 مسلمان کو انصاف میں برابر جانا اور مرنے کے وقت اپنا مال جو وقت کیا۔  
 اُس کی نسبت وصیت کی کہ بلا لحاظ مذہب کے محتاجوں کو تقسیم کیا جاوے  
 مسلم ہو یا عیسائی یا یہود۔ ابن ہم کلی جو ایک مشہور فقیہ مسلمان سردار ہوا ہے  
 جب وہ قرطبہ میں سنہ ۱۰۰۰ء میں ہوا۔ اور مسلمانوں کو زمین تقسیم کرنی چاہی تو غنی زمین  
 مزرعہ عیسائیوں کے قبضہ میں تھی وہ بدستوران کے پاس رہنے دی۔ صرف  
 بیجا اور غیر مزرعہ زمین کے ٹکڑے جس کا کوئی مالک نہ تھا مسلمانوں کو دیئے۔  
 عبدالرحمن جب اسپین کا امیر ہوا تو اُس نے سارے گرجے جو خلاف شرط

عہد و پیمان کے ضبط کر لئے گئے تھے واپس کر دیئے ۔

طارق نے جس کا نام حیرا لڑ یعنی جبل الطارق کی اونچی چوٹی پر لکھا ہوا ہے جب دارالسلطنت اسپین کا محاصرہ کیا اور شہر کے رہنے والوں نے صلح چاہی تو وہ اُنکے ساتھ نہایت مستقل مزاجی سے پیش آیا اور اُنکے قبضہ میں رہنے دیا۔ اُن کے مذہبی دستوروں میں کچھ مداخلت نہ کی بلکہ اُن کے باہمی حقوق و معاملات کے تصفیہ کے لئے اُن کو اپنے ججوں سے فیصلہ کرانے کی اجازت دی ۔

محمد قاسم جس نے اول اول ہندوستان پر چڑھائی کی گونیا اور منصف امیروں میں نہ تھا مگر جس وقت اُس نے مغلوب ہندوؤں کے حقوق کی ہدایت چاہی تو یہ جواب عرب سے اُسکو ملا کہ جیب لوگوں نے اطاعت قبول کر لی تو حقوق رعایا کے مستحق ہو گئے اور اس لئے مذہبی رسومات کے اجرا کی اُن کو اجازت دینی چاہیے۔ اور جو جاگیریں کہ برہمنوں کی ضبط کی گئی ہوں وہ واگذا کر دیجائیں بلکہ تین روپیہ سینکڑہ ملک کے محل پر چوراہے اُنکو دیتے تھے وہ سرکاری خزانہ سے دینا چاہیے۔ کیا نظیر اس کی اور کسی فقہن۔ قوم کی تاریخ میں پائی جاتی ہے ۔

اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اسی بات میں ناموری نہیں پائی کہ وہ بجز عرب سے نکل کر ہسپانیہ کی وادی کبیر میں جا پہنچے اور وہاں سے ہندوستان کے دریائے سندھ میں آکھئے۔ یا عرب ریگستان اور گرم خشک پہاڑوں سے چل کر اُنہوں نے اپنی فتح کی جھنڈی اسپین اور فرانس کے پہاڑوں پر گاڑ دی۔ اور تھوڑے زمانہ میں اپنی حکومت اٹھارہ سو فرسخ میں قائم کر لی

بلکہ وہ اس باب میں بھی نامور ہیں کہ انہوں نے اپنے مفتوحہ اور مقبوضہ ملکوں پر اپنی رہت بازی اور عہد و پیمان میں ثابت قومی ثابت کردی اور اپنی تیوری اطاعت میں غیر قوموں کو ہر قسم کی آزادی سنبھی جیسا کہ ڈاکٹر جے کا ناڈی اپنی تاریخ اسپین میں لکھتے ہیں کہ ”وہ شرطیں جو مفتوحہ قوم پر قائم کی گئی تھیں ایسی ہیں کہ لوگوں کو بجائے تکلیف کے اُن فتح کرنیوالوں سے اطمینان ہو گیا۔ اور جب انہوں نے اپنی اُس تقابیر کا جو پہلے تھی اپنی موجودہ حالت سے مقابلہ کیا تو اُن کو یقین ہو گیا کہ اُن کی خوش قسمتی ہوگی۔ مذہبی رسموں کے بجالانے میں آزادی گر جا اور عبادت خانوں کی بخوبی حفاظت۔ مال۔ عزت۔ جان سے پورا اطمینان۔ یہ سب چیزیں اُس اطاعت کا معاوضہ نہیں جو انہوں نے اُنہیں فتح شدہ قوم کی تھی۔ محصول جو لگایا گیا تھا وہ بہت ہی ہلکا تھا۔ اور تمام لوگوں پر عرب کا یہ اعتبار بڑھا ہوا تھا کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو خوب قائم رکھتے ہیں۔ اُس عالم انصاف نے جو وہ ہر درجہ کے لوگوں سے بلا تفریق قوم و مذہب کے کرتے تھے اُن لوگوں کا سب سے اعتبار کر دیا۔ اور تمام قوموں کی آنکھوں میں اُن کی عزت ہو گئی اور نہ صرف اپنے معاملات بلکہ دل کی فیاضی اور عادات کی عمدگی اور اپنی جلی خاطر داری سے عرب والے اپنے وقت کے عام لوگوں میں معزز و ممتاز تھے۔“

ایک نامی مؤرخ انگلستان کا لکھتا ہے کہ جب سلطان صلاح الدین نے دوبارہ بیت المقدس کو فتح کیا تو وہ اُنہی اسی طرح پیش نہ آیا جیسا کہ دسویں صدی کے آخر لڑائی میں فتح کرنیوالے عیسائی مسلمان نے پیش آئے تھے۔ اور جنہوں

نے بیت المقدس کے قلعہ میں چالیس ہزار مسلمان مع زن و فرزند کے قتل کر ڈالے تھے۔ بلکہ اُس نے کچھ ظلم نہ کیا اور جب اہل قلعہ نے اپنے تئیں اُسکے سپرد کیا۔ سلطان نے اُن عیسائی قیدیوں پر نہایت ہربانی کی اور جو لوگ ایسے غریب تھے کہ اپنی رائی کی قیمت نہ ادا کر سکے انہیں مفت آزاد کر دیا۔ اس بادشاہ کے تہذیب اخلاق کے سامنے بادشاہ فرانس تو کیا بلکہ چرچ ڈیوڈ شیردل کی بھی کچھ حقیقت نہ رہی) +

ملک اسپین کو جو ترقی اور آبادی اور رونق مسلمانوں کی حکومت کے زمانہ میں ہوئی اُسکی نسبت ایک فرانسیسی عالم لکھتا ہے کہ "اُس کی ترقی اور آبادی کا قیاس اسپر کر لینا چاہیے کہ ایک مقام قرطبہ میں دو لاکھ گھر اور چھ سو مسجدیں اور پچاس شفاخانے اور اسٹی عام مدرسے اور نو سو حمام تھے اور سڑکوں پر چیلین اسقدر روشن ہوتی تھیں کہ شہر میں چلنے والے اُسکی روشنی میں پھر کرتے تھے (جن فخرتہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کو فتح کیا ان میں بھی اچھے اور بڑے عادل و ظالم سب طرح کے ہوئے مگر انہیں کی بدولت ہندوؤں میں بھی تہذیب و شائستگی پھیلی جو وقت مسلمانوں نے اپنی فتح کا نشان ہمالیہ پہاڑ کی اونچی چوٹی پر اُٹھایا اُس وقت دیکھنا چاہیے کہ ہندوستان کی قوموں کا اُن کے لباس کا۔ انکی طرز و معاشرت کا کیا حال تھا۔ اور مسلمان فخرتہوں کی فتوحات نے ہندوستان کے دلوں اور انکی خصلتوں پر کیا اثر کیا۔ اور اُن کے اخلاق و معاشرت و تمدن میں کسی تبدیلی پیدا کی۔ جو تا پہنچا انہوں نے سکھایا۔ کپڑا پہننا انہوں نے بتایا۔ فرش پر بیٹھنا۔ مختلف طرح کے کھانوں کا پکانا۔ مکانات

کی آرسنگی، علم مجلس۔ اور ہزاروں چیزیں تہذیب و نشانیگی کی انہیں کی بدولت ہندوؤں میں پھیلیں۔ بڑے بڑے شہر انکی بدولت آباد ہوئے۔ عمدہ عمدہ عمارتیں جو اب دنیا میں نظر گزنی جاتی ہیں انہیں کی توجہ سے تعمیر ہوئیں۔ ہاں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان کا زمانہ ایسی تہذیب اور سیلٹیشن کا تھا جیسا کہ اب کوئین وکٹوریا کا ہے۔ جن تعصب مورخوں نے مسلمان بادشاہوں کے کچھ صحیح کچھ غلط حالات ایک تعصب کے جوش سے بیان کئے ہیں انکو چاہیے تھا کہ اُنکے وقت کا مقابلہ باہرین لوگوں کے اُس عمدے کرتے جب کہ انہوں نے اینگلو سیکشن پر فتح پائی تھی۔ نہ کوئین وکٹوریا کے عمدے سے ۛ

چند سال ہوئے کہ ایک ہندو نے والٹر رے کی دار الحکومت یعنی کلکتہ سے پورانی منزل کی دار الخلافت یعنی دہلی تک سفر کیا اور اس مختصر سفر کا ایک سفر نامہ تیار کیا جس کی عبارت انہوں نے اپنی دانست میں لارڈ مکالی کو شہرٹنے والی لکھی تھی انہوں نے لکھا تھا کہ کوئی آفت اور کوئی مصیبت مسلمانوں کی عملداری سے زیادہ ہندوستان میں نہ تھی۔ انہوں نے تمام خوبیوں کو بر باو کر دیا تھا۔ اس کتاب پر ٹھنڈن کے اخباریں ایک ریویو نکلا تھا۔ اس ریویو میں یہ فقرہ مندرج ہے کہ مسلمانوں کو برا کھنا اُنکے عیبوں کو ڈھونڈنا گو وہ صحیح ہوں ایک ہندو کے منہ سے نہایت نازیبا معلوم ہوتا ہے“ ۛ

ایک بڑا الزام مسلمانوں کی سیاست پر یہ دیا جاتا ہے کہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلا یا گیا۔ اور لوگ زبردستی مسلمان کئے گئے۔ مگر یہ الزام حقیقت میں صحیح نہیں ہے۔ سبیل صاحب لکھتے ہیں کہ وہ لوگ نہایت دھوکہ کھاتے ہیں جو خیال کرتے ہیں

کہ مذہب اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے، پھر یہ بھی لکھتے ہیں کہ ”اُن لوگوں نے اسلام کیوں قبول کیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے کبھی فوج کشی نہ کی تھی۔ اور پھر اُن لوگوں نے جنہوں نے اہل عرب کو اُن کے فتوحات سے محروم کر دیا اور اُنکی سلطنت بجا خلیفوں کا خاتمہ کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات اس سے بڑھ کر سچی جو ایک مذہب میں عموماً خیال کی جاتی ہے۔ اور جس سے ایسی عجیب ترقی ہوئی۔ وہ لوگ جو مسلمانوں کو یہ الزام دیتے ہیں کیا جواب دے سکتے ہیں اس بات کا کہ نزدیک جنہوں نے حجاز یوں پر آٹھویں صدی کے اخیر پر حملہ کیا مسلمان نہ تھے اور پھر فوراً ہی دونوں بعد اپنے منسوب حجازیوں کے دین میں مسلمان ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اسلام کی خوبیوں نے اُن کو مسلمان کر دیا۔ گین صاحب کہتے ہیں۔ افریقہ اور ایشیا کے لکھو کھو نو مسلم جنہوں نے کہ عرب کے مسلمانوں کی تعداد بڑھا دی۔ ایک خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں فریفتہ ہو گئے تھے، لہٰذا صاحب نے بھی ہندؤں کا جبراً مسلمان کرنا تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ”محمود غزنوی نے ایک ہندو کو بھی جبراً مسلمان نہیں کیا۔ نہ سوائے لڑائی کے کسی ہندو کے خون سے تلوار کو آلودہ کیا،“ یہ حال مسلمانوں کے پہلے زمانہ کی تہذیب کا تھا۔ مگر جب ہم اسکے بیان کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اب کیسی ہے تو نہایت درد و حسرت سے ہم کو یہ لکھنا پڑتا ہے کہ نسبت

سابق کے ہر بات میں مسلمانوں کی تہذیب نہایت منزل پر ہے۔

مذہب کا یہ حال ہے کہ جو مسئلہ اصل اصول اسلام کا تھا یعنی سوائے ایک خدا کے اور کسی کو نہ ماننا وہ اپنی صلیت پر نہ رہا۔ ہزار ہا مسلمان ہیں جو سوائے خدا کے ظاہراً یا باطناً زندوں یا مردوں۔ جاندار یا بیجان چیزوں کو پوجتے ہیں۔ اور جن اور بھوت

و پلندہ کو ماتہ تھے ہیں۔ تعویذ و گنڈے بنا تے ہیں۔ محاضرات کا عمل کرتے ہیں بشگونوں پر پڑھتے ہیں۔ خدا کے سوا دوسروں کی نذر نیا کر تے ہیں۔ یہاں تک کہ لہجن کعبت خدا کے سوا اوروں کی نماز بھی پڑھتے ہیں ۛ

روحانی تہذیب جو جان اسلام کی تھی اُس کا لوگوں کے دلوں میں کچھ بھی اثر نہیں پایا جانا صرف ظاہری بناؤ سنوار پر اصل ہلام رہ گیا ہے۔ صد ہا مسلمان ہیں کہ پیروں ہاتھ پاؤں دھوئے میں گھنٹوں دریا میں ڈرے رہتے ہیں۔ بے محراب اور جنازہ کے نماز نہیں پڑھتے۔ بے زرتیوں کے دانوں کے خدا کا نام نہیں لیتے۔ دکھانے کے لئے جیب میں مٹی کے ڈھیلے۔ اور بند میں پیلو کی سوک اور دوش پر مصلے اور رومال میں سُرمہ دانی اور ماتم میں تسبیح لئے پھرتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ دل کو بڑے خیالوں اور بد جذلوں سے پاک کرنے سے مراد پر پہنچنے کی کچھ فکر نہیں کرتے ۛ

ذہنی تعلیم بھی اپنی حالت پر باقی نہیں رہی۔ اچھے اچھے عالم بچائے و عطا و نصیحت کے جب کسی مخالف سے بات کرتے ہیں تو ان کا چہرہ سرخ آنکھیں میلی سلی ہو جاتی ہیں۔ بڑا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر سیاست کا خوف مانع نہ ہو تو مار ڈالنے میں گمانا مل نہ کریں ۛ

ایسے مطلوب لہجن لوگوں کے علاوہ جو نہایت نیک عالم ہیں انکا بھی معظ اپنی ہی مسجد کے سایا اور مریدوں کے حلقے میں ہوتا ہے۔ اور انہیں باتوں پر جن کو ہر کوئی جانتا ہے ہم نے آج تک نہیں سنا کہ کبھی مولوی صاحب نے مسجد سے نکل کر مذہبی منادی کرنے کے لئے کسی رنگستان کی گرم ہوا کا صدرہ اٹھایا ہو۔ کسی

سپاٹ پر جنگی لوگوں سے اسلام کے پھیلائے میں مصیبت سی ہو یا سوائے ان معمولی باتوں کے جس سے سب کے کان بھرے ہوئے ہیں کسی نے کوئی تحقیق کی بات بھی زبان سے نکالی ہو ۔

امامت کی یہ کیفیت ہے کہ ہر ایک فرقہ ہر ایک گروہ نے اپنا ایک جدا امام لیا ہے اور انکو روم کے پوپ سے بھی بڑھ کر مصوم سمجھ رکھا ہے۔ اور قرآن تو صرف تعویذ بنا کر بازو پر باندھ لینے یا مرووں پر فاتحہ پڑھنے کے لئے رک گیا ہے ۔  
اجتہاد پر وہ اعتقاد ہے کہ ہر ایک نے اپنے مجتہد کو نبی سمجھ رکھا ہے۔ سرسومو انکے فعل یا قول یا رائے سے تجاوز کرنا جائز نہیں جانتے۔ انکے نزدیک اس پاک اور مصوم نبی کے قول جس کی باتیں ریگستان اور عرب کے پھرنے والے سمجھ لیتے تھے انکے مجتہدوں کے سوا دوسرا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا نہ بے واسطہ انکے مجتہدوں کے کسی کو اس پر چلنا جائز ہے ۔

جوگی پنے اور تجرذا اور رہبانیت کا وہ حال ہے کہ صدیوں جوگی مسلمان خیالی دنیا چھوڑے ہوئے جزیرہ تحصیل کرتے اور اپنی جھولیوں کو گول گول بیض نورانی سے بھرے ہوئے دنیا داروں کو بڑا بھلا کہتے ہیں۔ اور مسلمان جاہل بھی ان کو ولی اور خدایا سمجھ کر انکے ہاتھوں خدا کو رشوت سمجھتے ہیں ۔

تبرکات اور رسوم اور تیہاروں کا حال ظاہر ہے کہ ہر شہر میں قدم رسول اور مولا علیؑ کی مدعا اور امام حسنؑ کی کربلا اور حضرت عباسؑ کا روضہ اور بی بی فاطمہؑ کی زیارت موجود ہے اور صد ہا مرے ہوئے ولیوں کے مزاروں پر عید مناہوں سے زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور انکے تبرکات کی زیارت نجات کا ذریعہ سمجھی جاتی

ہے۔ اور انکے مٹی کے ڈھیروں سے مرادیں مانگی جاتی ہیں۔  
 علم کا یہ حال ہے کہ علم ادب کسی کو اس زمانہ میں آتا ہی نہیں۔ شاید معدود  
 چند مسلمان عالم ہونگے جو ٹوٹی پھوٹی عربی لکھ سکتے یا بول سکتے ہوں۔

علوم مذہبی کا جانتے والا اور تحقیق کرنے والا ایک بھی نہیں رہا۔ بڑی علمیت  
 اس میں رہی ہے کہ فقہ و حدیث یا تفسیر کی کتابوں میں سے کسی مطلب کے لئے کوئی  
 روایت ڈھونڈ کر نکال لیا وے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط۔

فلسفہ تو اب ہماری قوم میں نام کو بھی نہیں سنا جاتا۔ چند طالب علم کہیں کہیں  
 یونانی فلسفہ کی کتابیں پڑھتے ہیں جس کی جہلیت سے پڑھانے والا پڑھنے والے  
 سے کچھ زیادہ واقف نہیں ہوتا۔

طبیعیات جانتے والا مسلمانوں میں کوئی نہیں رہا۔ ہاں چند مسائل کا بیان  
 اس زمانہ کے عالم اس طرح پر کرتے ہیں کہ عناصر چار ہیں۔ خاک۔ ہوا۔ آب۔ آتش  
 یہ چاروں لسیٹا ہیں۔ خاک کے اوپر آب اور آب کے اوپر ہوا اور ہوا کے اوپر آگ  
 ہے اور وہ بہت بڑا ناری کرہ ہے۔ آسمان کی حرکت سے مشتعل رہتا ہے۔ مگر چونکہ  
 قطبین کی طرف حرکت کم ہے اسلئے وہاں مشتعل بھی کم ہے۔ اور اس سبب سے  
 اسکی شکل المیلمی ہو گئی ہے۔ جب شاگرد پوچھتا ہے کہ المیلمی کیا شکل ہے تو استاد  
 اپنی سرمدالی نکال کر دکھلا دیتے ہیں کہ ایسی بیج میں سے موٹی۔ دوونوں طرف سے  
 پتلی۔ پس اس زمانہ میں عالموں کی طبیعیات رہی ہے جیسے ہر کوئی پہنتا ہے۔  
 علم ہیئت بڑے بڑے درگاہوں میں تشریح الافلاک اور قوسجی سے زیادہ  
 نہیں پڑھایا جاتا۔ بڑے بڑے عالم اس زمانہ کے چغینی سے زیادہ نہیں جانتے۔

پڑھایا جاتا ہے کہ آسمان پیاز کے پتروں کی مانند درخت ہے۔ سب سے اوپر کے پتر کی حرکت سے تمام اندرونی پتر سے حرکت کر جاتے ہیں اور اسی طرح سے دن رات اور رات دن ہو جاتا ہے۔ دُوم دار ستارے کو اب تک ہمارے مولوی صاحب یہی سمجھتے ہیں کہ وہ زمین کا دھواں ہے جو کہ آگ کے کرۂ تک پہنچنے سے جلنے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ بجھ جاتا ہے ۛ

ہندسہ و حساب کچھ باقی ہے۔ اقلیدس کا ایک مقالہ اور خلاصۃ الحساب کی تحصیل۔ اربعہ یا چند رنگ فضیلت کی پڑھی بندھوا دیتی ہے۔ مگر طالب علم یہ سوچتے ہیں کہ تجربہ اقلیدس کے پڑھنے اور ان ٹیڑھی سیدھی شکلوں کے بنانے میں کیا فائدہ ہے علم طب۔ ہاں یہ علم میٹیک بڑی ترقی پر ہے۔ جس کے عالم یعنی طبیب ابھی تک عمدہ سے جگڑاک ماسا ریقا ہی کی سنگ راہ کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ مطلع نظر اس کے یہ علم حسب قدر کہ مسلمانوں میں تھا اب اُس کا جاننے والا ہی نہیں رہا ۛ

علم نباتات کی تحقیقات اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی ہے۔ اچھے پڑھے لکھے مسلمانوں نے لکھا ہے کہ سرانڈیپ میں ایک درخت ہے جس پر گلہ لکھا ہوا ہے۔ زمین اُڑیں گا پتہ گرتا ہے نہ کوئی جانور اُسے کھا سکتا ہے۔ ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے۔ بڑے بڑے عالموں کا اس پر یقین ہے کہ بعضی بوٹیاں ایسی ہیں جن سے سونا چاندی بن سکتا ہے۔ علم حیوانات میں بلاشبہ بڑی ترقی ہے۔ کیونکہ ہم اپنے ہاں کے بڑے بڑے عالموں کو تقریر کرتے سنتے ہیں کہ اگر بکری کتے سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا کھانا درست ہے یا نہیں ۛ

علم جغرافیہ کا بیان کرنا بے فائدہ ہے۔ بڑے بڑے عالم یقین رکھتے ہیں کہ

عدن میں شداو کی بہشت موجود ہے جس کی دیواریں سونے چاندی اور ستون  
 زرد و یاقوت کے ہیں اور موتی و جواہر کنکر پتھر کی طرح پڑے ہیں۔ اگر کوئی بھولے  
 سے پہنچ جاتا ہے۔ تو اونٹ اپنا جواہرات سے بھرتا ہے ۛ

دستکاری و فنون بعض قوم معدوم ہو گئے اور جو مفید تھے وہ اب تک ہیں  
 اور میری والدت میں بہ نسبت زمانہ سابق کے زیادہ ترقی پر ہیں ۛ

اخلاق کا یہ حال ہے کہ سچائی اور وفاداری۔ اخلاص و محبت۔ نیکی و  
 ہمدردی کا نام نہیں۔ جھوٹ اور مکر۔ ریا اور نفاق۔ کینہ اور عداوت سے گنتی  
 ہی کے مسلمان محفوظ ہونگے ۛ

دو آدمی جن سے کبھی کی جان پہچان نہ ہو اس اخلاص سے ملینگے کہ گویا  
 ماں جاسے بھائی ہیں مگر دو دوست ایسے کم نکلیں گے کہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی  
 بدگوئی اور عنایت نہ کریں۔ منہ پر تعریف کرنا اور پیچھے گالیاں دینا ایک عام خصلت  
 ہے۔ اقرار کا پورا کرنا۔ وعدہ کا وفا کرنا کوئی جانشاہی نہیں۔ مکر و ریا کی مجسم  
 صورت کسی نے نہ کیگی ہوتو وہ ہمارے زمانہ کے مولویوں اور درویشوں کو دیکھ لے  
 صورت میں فرشتے اور سیرت میں شیطان ۛ

حسد اور عداوت تو ہم لوگوں کا غیر ہو رہا ہے۔ کیسی عزت ہم لوگوں نے دکھی ہی  
 نہیں جاتی۔ ہمدردی اور عام محبت کا سایہ بھی کسی کے دل پر نہیں پڑا۔ ہمارے  
 خیال ہی میں یہ بات نہیں آتی کہ انسان اپنے ذاتی کاموں کے سوا عام بھائی  
 کے کام بھی کرتا ہے ۛ

غیور ہب۔ الوں سے سچائی اور اخلاص اور محبت سے پیش آنا تو مسلمان

کو اسلام سے خارج کر دینا ہے۔ ہاں جھوٹی خوشامد کرنا اور نہایت عاجزی اور ذلت سے کسی امید یا خوف کے سبب سے سر قدموں پر رکھنا عام دستور ہے کہ آداب مجلس کے تو ایسے ہیں کہ جس نے جنگل میں بھیڑ بکریوں کا ریوڑ نہ دیکھا ہو وہ مسلمانوں کی مجلس آکر دیکھ لے۔ بلا اطلاع بے اجازت کے بے ضرورت کسی کے ہاں جانا۔ بے وجہ پروں بیٹھے رہنا۔ اور یہ وہ فضول لغو باتیں کرنا۔ اور خمش اور احلاق و حیا کے برخلاف مشلوں اور کہاوتوں اور شعروں کا زبان پر لانا۔ بات بات پر قسم کھانا۔ ایک کا دوسرے کو بر ملا جھوٹا کہہ دینا۔ حرکات و سکنات میں آدمیت کا لحاظ نہ رکھنا۔ بات کرتے کرتے فقہہ مار کر دوسرے کے ماتھے کو زور سے جھٹک دینا یا اسکے زہن پر ہاتھ مارنا۔ کسی کی بات کو پوری ہونے سے پہلے بچ میں بول اٹھنا۔ معمولی آداب ہمارے یہاں کی مجلسوں کے ہیں +

شادی بیاہ کے دستورات نہایت ہی نامستقل ہیں۔ اول تو سب سے بڑا مقصود نکاح کا یعنی رضامندی طرفین کی حاصل ہی نہیں ہوتا۔ نہ مرد عورت کو دیکھنے پاتا ہے نہ عورت مرد کو۔ یومنون بالغین پر نکاح کا مدار آتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرد و عورت دونوں نکاح سے ناراض ہوتے ہیں مگر شرم و خوف سے کچھ بول نہیں سکتے۔ مرد تو اول سے انکار اور زبان سے اقرار کرتا ہے۔ اور عورت اپنی حالت زار پر آٹھ آٹھ آنسوؤں سے روتی ہے عین نکاح کے وقت جو نامستقل سہیں ادا کی جاتی ہیں وہ تو ذکر کرنے کے ہی لائق نہیں اگر ہندوستان کا دودھا پھولوں کا سہرہ سر پڑالے۔ سُرخ جوڑا پہنے۔ آنکھوں میں کاجل لگائے۔ ہاتھ پاؤں میں ہندی۔ بلے بوٹے ایک ٹٹو پر سوار ولایت کے

کے کسی تھیسٹر میں کھڑا کر دیا جائے تو غالباً سارا شہر اس عجیب تماشاہ کے دیکھنے کو جمع ہو جاوے پھر فضول اخراجات سٹاوی کے اور کھانا بانٹنا یا عام گروہ کو بھیٹر بکریوں کے ریوڑ کی طرح اکٹھا کر کے کھانا کھلانا کیسی نامعقول رسم ہے۔ افسر قصبات و دیہات کی وختیانہ رسمیں تو وبال جان ہیں۔ شرم اس کا نام ہے کہ عورت مر جاوے پر کسی کے سامنے خاوند سے نہ بولے۔ بوڑھی ہو جائے مگر ماں باپ کے سامنے گھر کا انتظام نہ کرے اور اگر بھولے سے خاوند کا نام لے لیتی ہے تو نکاح ہی ٹوٹ جاتا ہے ۛ

اسیں کچھ شبہ نہیں کہ مسلمان عورتیں شریف خاندان کی اکثر بڑھی لکھی اور خوش سلیقہ بامیز صاحب عصمت و جیا ہوتی ہیں اور اپنے گھر کا انتظام نہایت خوبی سے کرتی ہیں۔ اور خاندانی عزت کا خیال تو ان کا خیر ہے۔ مگر مردوں کی نالائقی اور بد چلنی اور نکاح کے نامعقول دستوروں اور معاشرت کی بد رسموں کے سبب سے اکثر وہ اس خوشی سے محروم رہتی ہیں جس کی وہ مستحق ہیں ۛ

بیوہ عورتوں کے نکاح کا محبوب جاننا جو سراسر اسلام کے خلاف ہے عام دستور ہے۔ مگر یہ ساری خرابیاں ہمارے ملک ہندوستان ہی میں ہیں اور مسلمانوں میں یہ خرابیاں کم ہیں ۛ

اولاد کی تعلیم و تربیت کا یہ حال ہے کہ تمام ہندوستان میں ایک مدرسہ بھی ایسا نہیں ہے جو موافق اس ترقی یافتہ زمانہ کی حالت کے کافی ہو۔ بعض نیک مسلمانوں نے اپنے طور پر چند جگہ عربی فارسی کے مدرسے قائم کئے۔ مگر افسوس ہے کہ ان کی بھی مدد مسلمانوں نے نہ کی۔ روز بروز ان کی حالت تنزل پر ہے۔

لیکن اگر وہ ترقی بھی پائیں تب بھی ہماری حاجتوں کے لئے کافی نہیں ہیں اس لئے  
 کہ جو علوم انہیں پڑھائے جاتے ہیں انہیں سے بعض تو ایسے ہیں کہ جگہ معمول ہی  
 غلط ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ زمانہ حال کی ترقی نے ان کا رنگ ڈھنگ بدل  
 دیا۔ اور بعض بالکل غیر مفید اور فضول ہیں۔ ان علموں سے ہرگز یہ امید نہیں ہو سکتی  
 کہ ہمارے خیالات کو ترقی ہو یا ہمارے دلوں میں آزادی اور تحقیق کا ولولہ  
 پیدا ہو یا دنیا کے عجائبات اور موجودات کے حقائق دریافت کرنے میں ہم کو  
 ان سے کچھ مدد ملے یا وہ ہمارے فنون کی ترقی اور تجارت اور زراعت اور مال  
 و دولت کے بڑھانے میں کچھ کام آویں۔ پھر جس طور پر تعلیم ہوتی ہے وہ بھی ایسی  
 نہیں ہے کہ جس قدر عمر کا حصہ اس میں صرف ہوتا ہے اس کا پورا معاوضہ ملتا ہو یا سو  
 لفظوں اور عبارتوں کے علوم کی حقیقت کا اثر پڑھنے والے کے دل پر نہ پڑتا ہو یہ  
 تعلیم سے بڑھ کر ہماری اولاد کو تربیت کی حاجت ہے جس کا کچھ بھی سامان  
 نہیں ہے۔ ہزار اربوں کے ان خاندانوں کے جو کہ علم اور شرافت اور عزت میں مہر  
 ہیں کمینوں کی صحبت میں بچے کر انکی عادتیں اختیار کر لیتے ہیں اور بچپن بازاری  
 آدمیوں کے ساتھ رہ کر آوارہ ہو جاتے ہیں۔ اور میسروں اور نوؤوں کی اولاد  
 کا بچپن ہونا تو ایک ضروری امر ہے۔ اس لئے کہ ہندوستان کی امیری اور بچپن  
 نوابی اور جمالت لازم و ملزوم ہیں۔ ان آفتوں سے بچ کر اگر تربیت بھی ہوتی ہے تو  
 ایسی کہ جس کا فائدہ تربیت نہ پانے سے زیادہ نہیں ہوتا۔ مدرسوں کے طالب علم  
 اگر صبح سے آدھی رات تک برابر کتاب دیکھتے رہیں تو بڑی تعریف کے مستحق ہوتے  
 ہیں۔ اور کوئی ایسا کمیل جس سے انکے قواسم جہانی کو طاقت ہو اور قدرتی

جذبات شگفتہ ہوں کھیلنے نہیں پاتے۔ تڑاؤں کا کچھ سامان ہے اس واسطے  
 اکثر طالب علم ایسے ضعیف و کمزور و لاغر ہوتے ہیں کہ جب مدرسے سے نکلتے  
 ہیں تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی مردہ قبر سے نکلا ہے۔ پھر اخلاق کے درست کرنے  
 اور چال چلن میں شائستگی پیدا کرنے اور عمدہ طور سے زندگی بسر کرنے کی عادت  
 ڈالنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ یہ مثال ٹھیک ٹھیک ہمارے مدرسے کے پڑھے  
 بوڑوں پر صادق ہوتی ہے کہ مولویوں کی عقل لڑکے۔ اور لڑکوں کی عقل کتاب  
 لے لیتی ہے۔ یہ نقص تعلیم و تربیت کا زیادہ ہندوستان میں ہے۔ مگر لڑکی اور مصر  
 اور تونس میں انتظام ہوتا جاتا ہے چنانچہ ۱۵ ہزار بریٹری کی عیالاری میں جن میں  
 ۳۰ لاکھ سے زیادہ لڑکے پڑھتے ہیں اور خاص تعلقانیہ میں ایک یونیورسٹی  
 قائم ہے۔ اور دستور تعلیم کے مدرسے اور عورتوں کے اسکول۔ انتہائی علوم  
 کے کالج بالکل یورپ کے ڈھنگ پر جاری ہیں۔ مصر میں بھی اسی طور کا انتظام  
 ہے۔ خود یومصر کے دونوں لڑکے لندن کے مدرسے میں تعلیم و تربیت پاتے ہیں۔  
 لباس و پوشاک ہم ہندوستانیوں اور سنٹرل ایشیا کے مسلمانوں کا کچھ  
 عمدہ نہیں ہے نہ خاص خاص وقتوں اور جلسوں کے لئے کوئی مخصوص لباس  
 ہے۔ مگر جو لباس ترکوں نے سلطان محمود کے وقت سے پسند کیا ہے اور جسے  
 بعض دانا مسلمانوں نے ہندوستان کیلئے بھی اختیار کیا ہے وہ نہایت عمدہ ہے۔  
 عورتوں کا لباس تو ایسا ہے کہ خود مہذب مسلمان اُس سے شرماتے ہیں۔  
 ہم ہندوستان اور ایشیا کے مسلمانوں کے کھانے کا طریق بھی کچھ عمدہ نہیں ہے  
 مگر ترکوں اور اکثر مصریوں نے بالکل یورپ کے طور پر یا قریب قریب اُس کے

طرز نگہانے پینے کا اختیار کیا ہے اور ہندوستان کے بلجیوں تہذیب یافتہ مسلمانوں نے اُسے رواج دیا ہے ۔

سیاست مدن میں ایشیا کے مسلمان نہایت اہتری کی حالت پر ہیں۔ بخارا اور خیوا اور سقراط اور زنجبار میں جیسے شرع اور عقل اور انصاف اور اخلاق کے برخلافت سیاست کے قاعدے جاری ہیں اور جس میں بعض ظلموں کے دور کرنے کے لئے یورپ کی تربیت یافتہ گورنمنٹوں نے اپنا فرض بھی ادا کیا ان سے مسلمانوں کی بہت کچھ بدنامی ہوتی ہے۔ ہاں یورپ کی دیکھا دیکھی ٹرکی اور مصر اور تونس میں کچھ ترقی شروع ہوئی ہے اور سیاست مدن کی اصلاح ہوتی جاتی ہے۔

انکے پورانے تاریک خیالات بدلتے جلتے ہیں۔ چنانچہ ایک نامہ سے جو سلطان نے جنوری ۱۸۶۷ء میں شاہ بخارا کو لکھا تھا۔ جبکہ اُس نے سلطان سے بمقابلہ روس کے مدد مانگی تھی۔ شاہ بخارا اور سلطان کے خیالات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے۔ سلطان لکھتا ہے کہ ”و اب سلطنت یہ ہے کہ اپنے دوست اور دشمن کو پہچاننا ہے اور سلاطین و ورتز دیک سے راہ و رسم جاری رکھے اور شہرت و محبت و اعلیٰ کو محکم و مضبوط رکھے مگر تم نے کسی سلطنت سے راہ و رسم ظاہری پیدانہ کی اور وضع برتاؤ اپنا یہ رکھا کہ کوئی سیاح یا کوئی دکیل کسی سلطنت کا تمہارے ملک میں وارد ہوا اگر وہ قوم انگریز یا روس ہو تو اسکو تم نے سر باز ارقط کیا اور لوگ اہل ایران تھا تو اسکو شیعہ ہونے کے سبب پکڑ کے فروخت کیا۔ اگر باشندہ روم تھا تو اُس پر تہمت جاسوسی اور خفیہ نویسی لگا کر چاہ سیاہ میں قید کر کے ہلاک کیا۔ اب انصاف کرنا چاہئے کہ یہ راہ و رسم کسی ہے۔ تم نے وہ طریقہ رکھا ہے کہ کسی

سلطنت کے ہمارے ساتھ دوستی نہیں تو اب کس واسطے اور کس رابطے سے  
 امداد چاہتے ہو۔ اور میں باظہار کونسی راہ و رسم کے شاہ روس سے بگاڑوں یہ  
 فرق شاہ بخارا و سلطان کے خیالات میں ہو، صرف نتیجہ یورپ سے نفرت اور  
 اختلاف کا ہے۔ یہ کیفیت حال کے تنازلات کی جو میں نے بیان کی ضرور ہے کہ  
 اُسکے سببوں پر بھی کچھ غور کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ ہر نتیجہ ایک مناسب سبب سے  
 پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک سبب کا اُسکے مناسب نتیجہ ہوتا ہے۔ پس یہ ایک  
 نہایت ضروری امر ہے۔ اُن سببوں کی چھان بین کیجاوے جن سے یہ تنازلات  
 پیدا ہوئے۔ چنانچہ میرے نزدیک اُسکے چند سبب ہیں :-

اول شخصیہ سلطنت کا ہونا۔ تمام ایشیا میں ملکی اور قومی اور علمی ترقیاں یا  
 تنازلات آج بادشاہ کے خیال پر منحصر ہیں۔ جس طرف وہ متوجہ ہوتا ہے کل رعایا کی  
 توجہ اسی طرف ہوتی ہے۔ چونکہ مسلمانوں میں سوائے ابتدائی زمانہ کے ہمیشہ شخصیت  
 سلطنت رہی اور مختلف مزاج اور مختلف خیال کے بادشاہ تخت نشین ہوئے۔  
 اس لئے پوری پوری ترقی کسی بات میں حاصل نہیں ہوئی اور اخیر میں جب بادشاہ  
 برابر بزمالائق اور جاہل اور کاہل ہونے لگے اور علوم و فنون کی طرف انہوں  
 نے کچھ توجہ نہ کی۔ مسلمانوں کو بھی ہر بات میں تنزل ہوتا گیا۔ اگر مسلمانوں میں  
 بے خیال بادشاہ کے ہر چیز کی طرف وہ توجہ ہوتی جو اب یورپ کی رعایا کو  
 ہے تو ہرگز یہ قومی تنازلات نہ ہوتے +

دوسرا سبب مذہبی اوہام۔ میرے نزدیک جیسا کہ ایک سچا مذہب جو  
 اوہام اور غلط خیالات سے پاک ہو، مذہب کی ترقی کا بڑا سبب ہوتا ہے اسی

طرح جھوٹا مذہب یا وہ مذہب جس میں لغو ادا نام اور بیہودہ خیالات بل جُل گئے ہوں ساری ترقیات کے روکنے کا بڑا قوی سبب ہے ❖

کہ مذہب اسلام فی لفظ نہایت سچا اور صحیح مذہب ہے مگر خود ہم نے اپنے لغو خیالات سے اسکو ایسا کر رکھا ہے کہ علوم میں۔ فنون میں۔ اختلاط میں۔ عرضہ ہر چیز میں بجائے ترقی کے ہم کو مذہبی مزاحمت ہوتی ہے۔ اور آزادی را سے جو ایک قدرتی حق اور ایک سچے مذہب کا پہلا اصول ہے وہ بالکل جاتی رہتی ہے حالانکہ آزادی را سے کی مزاحمت ہی ساری خرابیوں اور تمام تنزلات کی جڑ ہے۔ کیا خوب کہا ہے مل صاحب نے کہ ”جب انسان کا دل قانون کے خوف یا کسی اور ڈر سے بڑی بڑی ضروری باتوں پر آزادانہ گفتگو نہیں کر سکتا تو اکثر سست اور ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور جب کہ یہ سستی کسی قدر زیادہ ہوتی ہے تو روزمرہ کی باتوں اور معمولی معاملوں میں بھی کچھ ترقی نہیں کر سکتا۔ اور جب کہ اور بھی زیادہ سستی بڑھ جاتی ہے تو وہ اپنی پہلی حاصل کی ہوئیں باتیں بھی بھول جاتا ہے“ ❖

مسلمانوں میں مزاحمت آزادی را سے کی ہر زمانہ میں مذہبی ادا نام کے سبب سے جاری رہی۔ کسی زمانہ میں کم کسی میں زیادہ۔ اور اسی وجہ سے عام ترقی مسلمانوں نے کی۔ جب یہ مزاحمت بڑھ گئی تو پورا پورا تنزل اُن کو نصیب ہوا۔ چنانچہ ہم اپنے زمانہ میں سارے تنزلات اس مزاحمت کی ترقی ہی کے سبب سے دیکھتے ہیں ❖

تخصیبا یعنی عام دوستی نہ رکھنا۔ سچائی اور صفائی سے غیر قوموں نے نہ ملنا۔

غیر مذہب والوں کی عمدہ باتوں کو اختیار نہ کرنا۔ غیر ملکوں کا سفر کرنا جو تہذیب اور ساری ترقیوں کی بڑی روکنے والی چیزیں ہیں۔ صرف مذہبی اداکار کے نتیجے میں۔ جس میں ہم مسلمان خصوصاً ہندوستان کے مسلمان مبتلا ہیں۔

تیسرا سبب اشاعت علوم و فنون کے عام اور آسان وسیلوں کا نہ ہونا بڑا عمدہ وسیلہ ترقی کا ملکی زبان ہے۔ کسی ملک اور کسی قوم نے کچھ بھی ترقی نہیں پائی جب تک اسی ملک یا اسی قوم کی عام زبان میں علوم کا عام رواج نہیں ہوا مگر اس سے مسلمانوں نے غفلت کی۔ عام علوم انہوں نے عربی زبان میں رکھے اور دنیا کے سارے حصوں میں جہاں جہاں وہ گئے عربی ہی کو علوم کی کچی دھتتے رہے۔ اس واسطے مذہبی اور عقلی اور تمام قسم کے علوم اس فرقہ سے مخصوص رہے جو کہ اول زبان کی مشکل حوطے کرتے اور عالم کہلاتے اور عام لوگ ہمیشہ کانٹہ کے اُتور ہے۔

ہمارے زمانہ میں جو چند مذہبی کتابوں کا ترجمہ دیسی زبان میں ہوا ہے اس کا یہ اثر ہے کہ ہزاروں مسلمان اُردو خوان ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، تاریخ سے ایسے واقف ہو گئے ہیں کہ تیس برس پہلے شاید سولے دہلی کے مشہور مولوں کے کوئی اُسنے واقفیت نہ رکھتا تھا۔ اور یہ نتیجہ ملکی زبان میں علوم کے ترجمے ہونے کا ہے۔

چھاپہ کانہ ہونا بھی اگلے زمانہ میں ترقی نہ کرنے کا ایک بڑا سبب تھا چنانچہ اس زمانہ میں جو دکھائی دیتی ہے ہرگز نہ ترقی اگر یہ عمدہ مظہر نہ ہوتا۔ اسی نتیجے میں کہ ریویو اور جرنل اور میگزین اور اخبار اور مختلف قسم کے کاغذات کے ذریعہ سے علوم و فنون کی وہ باتیں عوام میں پھیلی جاتی ہیں جبکہ صرف عالم لوگ جانتے تھے اور جس کے سبب سے اب علوم و فنون کا تنزل پانا خیال میں

نہیں آتا۔ اور محدود ہونا تو ایک امر محال ہے ۔  
 سفر کے ذریعوں کی آسانی بھی ملکی تہذیب کا بڑا سبب ہے انسان کا  
 دل خدا نے ایسا بنایا ہے کہ عمدہ باتوں کے دیکھنے تربیت یافتہ قوم سے ملنے کا  
 اثر ضرور اُس پر پڑتا ہے۔ اور کسی کو اچھا کام کرتے دیکھ کر لامحالہ اُسے پسند کرتا ہے  
 یہاں تک کہ متعصب جاہل سا جاہل بھی اُس سے محروم نہیں رہتا۔ اور یہ بات  
 حاصل نہیں ہوتی جب تک دوسرے ملکوں میں جانے اور غیر قوموں کے ملنے  
 کا اتفاق نہ ہو۔ چونکہ یہ آسانی اگلے زمانہ میں نہ تھی اس لئے ترقی جیسی کہ چاہیے  
 نہ ہوئی۔ اور اس زمانہ میں علوم و فنون کی جو کچھ ترقی ہے وہ صرف سفر کی  
 آسانی سے ہے۔ اس مبارک زمانہ میں ایل اور ناربرقی وہ چیزیں ہیں جس نے دنیا  
 کے مختلف ملکوں کو ایک کر دیا اور اُسی کا نتیجہ ہے کہ مختلف قوموں کے خیالات  
 بھی ایک ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ امید ہے کہ ایک ایسا وحدت کا زمانہ  
 آجاوے جس میں کسی چیز میں بھی اختلاف نہ رہے یہاں تک کہ مذہب بھی سب  
 کا ایک ہو جاوے اور غالباً وہ مذہب وہی ہو گا جو نچر کے مطابق ہو جسے میرے  
 دوست سید احمد خان بہادر ٹھیکٹ اسلام کہتے ہیں ۔

✓ چوتھا سبب جو خاص ہندوستان کے بد نصیب مسلمانوں کے تنزلات کا  
 سبب ہوا ہندوستان کا وطن کر لینا اور اپنے اصلی وطن کو چھوڑ بیٹھنا ہے مسلمان  
 جب کہ ہندوستان میں آئے اُس وقت نہایت تو مندا اور سرخ و سفید اور قومی اور  
 تندرست تھے طبیعتیں بھی اُن کی آزاد تھیں۔ دلوں میں بھی اُن کے ایک جوش  
 تھا۔ رسوم کی پابندی کی اُن کو خبر نہ تھی۔ مگر جب ہندوستان کو اپنا وطن بنا

میا اور ان قوموں نے لگے جو کہ اُسے قوت میں - دلیری میں - کزادی میں علم میں مہارت میں کم تھیں اور جھوٹ اور پرہیز اور رسموں کی پابندی اور تنگ خیالات اُنکے رگ و ریشہ میں سما رہے تھے تو رفتہ رفتہ وہ بھی ویسے ہی ہو گئے۔ اُنکی اصلی حالتیں بالکل بدل گئیں وہ خون جو ابراہیم کی رگوں کا نام میں تھا بد لگیا وہ ہڈی جو اُنکے کھیل کے خون کو بنی تھی بد لگئی وہ دل جس میں ماشی جوش تھا بد لگیا - غرہک چڑ بد لگیا - رنگ بد لگیا - صورت بد لگئی - سیرت بدل گئی - دل بدل گیا - خیال بد لگیا - یہاں تک کہ مذہب بھی بدل گیا - تمام وہ جوش جو اُٹھے تھے اُس ریشیلے جنگل عرب سے جس نے فارس اور تمام سنٹرل ایشیا کو سرسبز و شاداب کر دیا تھا - ہندوستان میں آ کر کرنی آف بنگال میں ڈوب گئے ۔

اگر اب ہم آئندہ زمانہ کی پیشین گوئی کرنی چاہیں کہ آئندہ کو مسلمانوں کی تہذیب کیسی ہوگی تو ہم کو کسی ترقی یافتہ ملک کے حال پر نظر ڈالنی چاہیے کہ اُسے کیونکر ترقی کی - اگر وہی آثار ہماری قوم میں بھی پائے جاویں تو ہم کو ضرور آئندہ کی ترقی کی امید کرنی چاہیے - ہم یورپ کا حال دیکھتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ارسطو کا فلسفہ یورپ میں جاری تھا اور وہ دین مذہب سے ویسا ہی لگتا تھا جیسا کہ مسلمانوں کے مذہب سے مختلف ہو رہا ہے - اور جب تک وہ قائم رہا کسی طرح کی مذہبی یا عقلی ترقی یورپ میں نہیں ہوئی - آخر تیرہویں صدی میں تقلید کے چھوڑنے کی راہ نکلی - چنانچہ روبرسکین نے جو ۱۲۶۷ء میں پیدا ہوا اور جو حقیقت میں شاگرد مسلمان فلسفیوں کا تھا اپنا پانوں تقلید سے نکالا اور فلسفہ بحثیہ قیاسیہ کو چھوڑ فلسفہ ثنویہ تجربیہ پر متوجہ ہوا - اُسے بہت سی کتابیں لکھیں مگر جبکہ ارسطو کے فلسفہ کو لوگوں نے غلط جانا تب وہ افلاطون کے فلسفہ پر متوجہ ہوئے - اور اس لئے ترقی فلسفہ کی لگ

گئی۔ مگر پندرہویں صدی کے شروع میں پطلیس اور کپلا اور ریس محققوں نے اس فلسفہ کے اصول کے باطل کرنے پر کوشش کی اور تحقیق کی راہ نکالی۔ مگر جس طرح کہ اس زمانہ کے مسلمان ایسے امور میں تحقیق کو کفرتا تھے ہیں وہی مصیبت ان پچاروں پر بھی پڑی۔ بیکن کی تکفیر کا فتوے دیا گیا اور ریس قتل کیا گیا پھر بڑا انقلاب یورپ میں بیڈت قدیمہ کی غلطی بیان کرنے اور سمیعت جدیدہ کے ثابت کرنے پر ہوا۔ اگلے زمانہ میں یورپ کے لوگ آسمان وزمین کو ویسا ہی ہانتے تھے جیسا کہ اب مسلمان بطلموسی ہیئت کے موافق مانتے ہیں اور یہ مسائل مذہب میں ایسے ہی داخل سمجھے جاتے تھے جیسا کہ اب مسلمان سمجھتے ہیں۔ مگر کوبرنیکس نے جو کہ پروشیہ کی طرف کا رہنے والا تھا سنہ ۱۵۴۳ء میں چائاکا اس ہیئت کی غلطی ظاہر کجاوے سے مگر پادریوں اور مذہبی لوگوں کے سبب سے اُسے جرأت نہ ہوتی تھی۔ آخر سنہ ۱۶۸۷ء میں اُسے ایک کتاب لکھی مگر اُسکے مشہور کرنے میں بڑا تامل آیا۔ آخر سنہ ۱۷۲۳ء میں کچھ خلاصہ اُس کا مشہور ہوا۔ مگر وہ اسی زمانہ میں مر گیا اور برہونامی حکیم نے اُسے مشہور کیا۔ مگر وہ اسی جرم میں نکالا گیا۔ اور دینی حکم میں اُس کی تحقیقات کی گئی اور اُسکو کفر والحاد کے مسائل کا پیلا نے والا ٹھہرایا۔ آخر شش وہ پچارہ روم میں زندہ چلا گیا۔ اس تصور میں کہ اُس نے ایک صحیح مسئلہ ہیئت کا زبان سے نکالا تھا ۱۵۶۲ء میں گلیلو نامی حکیم نے دو بین ایجاوکی اور اس کا کتبہ لکھا۔ مگر تعصب پادریوں کو اس سے بڑی برہمی ہوئی۔ انہوں نے اُس کو ایک جھوٹنگ و تاریک میں بند کیا۔ مگر باوجود اسکے پھر اُس کی تحقیقات کو نہ مذہبی تعصب روک سکا نہ جاہلانہ خیال۔

اور اب اسکو وہ رونق ہے کہ اگر اسکے برخلاف ہیئت قدیمہ کا مسئلہ کسی کی زبان پر آوے تو کیا حکیم۔ کیا پادری سب اُس آدمی کو پاگل اور دیوانہ بناویں پھر ارسطو کا فلسفہ جو مذہب میں داخل ہو گیا تھا اور پوپوں کو معصومیت کا درجہ دیا گیا تھا اور نجات کے فرمان بیچنے کا اُن کو اختیار تھا اور آسمانی کتا بونکے پڑھنے اور اُس پر عمل کرنے کی کسی کو اجازت نہ تھی۔ اس غلط خیال کو نامور لوہتھونے اکھویا مگر جو مصیبت اُس پر اور اُس کی پیروی کرنے والوں پر ہوئی اُسکے سُٹنے سے بدن پر ریشہ ہوتا ہے۔ مگر آخر اُسے کامیابی ہوئی +

یہی حال بجنہ اب ہم مسلمانوں میں پاتے ہیں۔ بڑی میں مصر میں۔ اور ہندوستان میں بھی بعض خدا ترس آدمی اپنی قوم کی بھلائی کے لئے آدہ ہوئے ہیں اور جس طرح کہ اُن یورپ کے عالموں نے مسائل حکمت کے بیان کرنے میں کوشش کی ہے اسی طرح یہ لوگ بھی کر رہے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں اُس سلطنت کا دوسرے قاعدہ پر ہے اس سبب سے اُن حق بات کہنے والوں کو کچھ عزت نہیں پہنچی۔ صرف کفر و الحاد کے فتووں ہی پر خیر گزری ورنہ اُن پر اُس سے بھی زیادہ سخت مصیبت گزرتی جو اگلوں پر گزری ہے مگر ان تمام حالات سے آئندہ ترقی کی امید ہوتی ہے +

تمام شد

چاند

نے اس میں اُن ..

سماں یا سموات آیا ہے۔ اور ..

محاورہ میں لفظ سماء (آسمان) کا مفہوم کیا ہے۔ قیمت ..

اس کتاب میں حضرت مولانا روم  
زندگی کے نتیجہ خیز واقعات فلسفہ

## سوانح مولوی روم

روشنی میں لائے گئے ہیں اور فلسفہ و علم کلام میں اُنکے عظیم الشان  
و وسیع بحث کر کے دکھایا گیا ہے کہ مغربی خیال کے مطابق جس علم کلام کی

ضرورت ہے اور فلسفہ حد تک جو مسائل آج یورپ کی ایجاد سمجھے جاتے ہیں مولانا  
روم اُنکے بانی ہیں اور منہجی معنوی میں اُس کی پوری توضیح موجود ہے۔ مؤلفہ مولانا

مشہد علی نعمانی۔ قیمت ..

یہ کتاب دارالحکومت کھنچپور سیکری اور اُسکے مضافات کی  
قدیم اور ہتم باشان اکبر شاہی عمارتوں کی ایک نہایت مفصل

## اتار اکبری

تاریخ ہے جسے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے کس شان و شکوہ

تھے ہیں

ظن کے موجب

ہندی اور شکر

اس کتاب (حیات خسرو) میں ان کے واقعات زندگی پر ہر پہلو سے روشنی ڈالنے کے کلام کے ہر صنف کا مکمل نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ نہایت

قیمت ۰۰۰ - ۱۲

نرسالہ در تحقیقت حدیث نبوی

روین کو آسان چیز ہے) کی ایک پیش کیلئے تفسیر ہے جس میں

بین الیوم

مخصوص صحیحہ سے ثبوت دیا گیا ہے کہ ہر ایک کے لئے اس اصول نہایت آسان ہیں اور  
فروع میں بھی کوئی دشواری نہیں۔ نہ ہی اس میں آجکل جو سخت و دشواریاں نظر  
آتی ہیں وہ زمانہ انحطاط کے مولویوں کی پیرائی ہوئی ہیں اسلام کے تمام احکام  
اصل میں نہایت سادہ و قریب الغم ہیں۔ قوم اور ہر ملک کیلئے اسلام کی پابندی  
آسان ہے اور ہر حیثیت سے دنیا کے کاموں میں اس میں صلاحیت و نفع

المشہد ہر نیچر بک ڈپوٹسٹریٹ لاہور









